ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۴ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ | یکم اگست ۱۹۵۸ء

قیمت ۱۵

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

اَحادیثُ الرّسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْ قَالَ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (رواہ ترمذی)

جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالےٰ میری اُمّت کو (یا آپؐ نے یہ فرمایا کہ اُمّتِ محمدؐ کو) گمراہی پر جمع نہیں کریگا۔ اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے ۔ اور جو شخص جماعت سے الگ ہُوا اس کو دوزخ میں تنہا ڈالا جائیگا۔

رسولِ خُدا کی پیروی کرو

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِکَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ یَا بُنَیَّ وَذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ (رواہ ترمذی)

انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا مُجھ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ اے میرے بیٹے اگر تجھ سے یہ ممکن ہو کہ تو صبح سے لے کر شام تک اس حال میں بسر کر دے کہ تیرے دل میں کسی سے کینہ اور کھوٹ نہ ہو تو تُو ایسا ہی کر ۔ پھر آپ نے فرمایا ۔ اے میرے بیٹے یہ ہی میرا طریقہ اور سنّت ہے ۔ پس جس شخص نے میرے طریقہ کو پسند کیا اس نے مجھ کو دوست رکھا ۔ اور جس نے مجھ کو دوست رکھا ۔ وہ جنّت میں میرے ساتھ ہوگا ۔ (ترمذی)

سُنّت پر عمل کرنے کا اجر

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَھِیْدٍ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ کِتَابِ الزُّھْدِ من حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ ۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جس شخص نے میری اُمّت کے بگڑنے کے وقت میری سُنّت کو اپنا رہنما بنایا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملیگا۔

سُنّت پر عمل کرنے کا اجر

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ طَیِّبًا وَعَمِلَ فِیْ سُنَّۃٍ وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَہٗ دَخَلَ الْجَنَّۃَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ھٰذَا الْیَوْمَ لَکَثِیْرٌ فِی النَّاسِ قَالَ وَسَیَکُوْنُ فِیْ قُرُوْنٍ بَعْدِیْ رواہ ترمذی

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جس شخص نے پاک و حلال کھایا ۔ طریق سُنّت پر عمل کیا اور اس کی زیادتیوں سے لوگ امن میں رہے وہ جنّت میں داخل ہوگا ۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ایسے لوگ تو آج کل بہت ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا اور میرے بعد بھی ایسے لوگ ہوں گے ۔ (ترمذی)

عہدِ رسالت اور مابعد کا فرق

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ فِیْ زَمَانٍ مَنْ تَرَکَ مِنْکُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِہٖ ھَلَکَ ثُمَّ یَاْتِیْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْھُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِہٖ نَجَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احکام کا دسواں حصّہ بھی عمل میں لے آئے گا تو نجات پا جائے گا ۔ (ترمذی)

دین میں جھگڑا نہ کرو

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ ھُدًی کَانُوْا عَلَیْہِ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ ھُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ (رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ ۔

ابوامامہؓ کہتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہدایت پانے اور ہدایت پر قائم رہنے کے بعد کوئی قوم گمراہ نہیں ہوئی ۔ مگر اس وقت جبکہ اس میں جھگڑا پیدا ہُوا ۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی ۔ ماضربوہ لک الاجدلا بل ھم قوم خصمون یعنی وہ نہیں بیان کرتے ۔ تیرے لئے مثال بلکہ جھگڑنے کے لئے ۔ بلکہ وہ جھگڑالو قوم ہی ہے ۔

ترکِ دُنیا کی ممانعت

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَیُشَدِّدَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ فَاِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ فَشَدَّدَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ فَتِلْکَ بَقَایَاھُمْ فِی الصَّوَامِعِ وَالدِّیَارِ رُھْبَانِیَّۃَ نِ ابْتَدَعُوْھَا مَا کَتَبْنَاھَا عَلَیْھِمْ ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ ۔

انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ۔ (یعنی سخت ریاضت اور مجاہدہ نہ کرو) ورنہ پھر اللہ بھی تم پر سختی کرے گا ۔ تحقیق ایک قوم (یعنی بنی اسرائیل) نے اپنی جانوں پر سختی کی تھی ۔ پس اللہ نے بھی اُن پر سختی کی ۔ پس آج جو لوگ صومعوں اور دیار (یعنی نصاریٰ اور یہود کے عبادت خانوں) میں پائے جاتے ہیں یہ انہیں لوگوں کی یادگار اور بقایا ہیں ۔ رہبانیت (ترک دنیا) کو انہیں لوگوں نے اختراع کیا تھا ۔ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی ۔ (ابوداؤد)

قرآن میں پانچ قسم کے احکام ہیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی خَمْسَۃِ اَوْجُہٍ حَلَالٌ وَحَرَامٌ وَمُحْکَمٌ وَمُتَشَابِہٌ وَاَمْثَالٌ فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْکَمِ وَاٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِہِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ ھٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَلَفْظُہٗ فَاعْمَلُوْا بِالْحَلَالِ وَاجْتَنِبُوا الْحَرَامَ وَاتَّبِعُوا الْمُحْکَمَ

ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن مجید پانچ صورتوں پر (یا پانچ قسم کے حکموں پر) نازل ہوا ہے (۱) حلال (۲) حرام (۳) محکم (۴) متشابہ (۵) امثال ۔ پس تم حلال کو حلال جانو ۔ حرام کو حرام سمجھو ۔ محکم پر عمل کرو ۔ متشابہ پر ایمان لاؤ ۔ اور امثال (قصّوں) سے عبرت حاصل کرو (حدیث کے یہ الفاظ مصابیح کے ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں جو روایت لکھی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ پس عمل کرو حلال پر ۔ بچو حرام سے اور پیروی کرو محکم کی)

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۴ | جمعۃ المبارک ۱۴ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق یکم اگست ۱۹۵۸ء | شمارہ ۱۲

انتخابات میں التوا

چند روز بعد پاکستان اپنی زندگی کے گیارہ سال پورے کرکے بارھویں سال میں داخل ہو رہا ہے۔ تقریباً نو سال تک تو ہمارے ارباب حل وعقد سے آئین کا مسئلہ ہی حل نہ ہو سکا۔ آئین کے مسئلہ کو حل ہوئے بھی دو سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی تک اس ملک میں عام انتخابات نہیں ہو سکے۔

گزشتہ تین سال میں ہمیں تین وزرائے اعظم، سے پالا پڑا۔ ان میں سے ہر ایک نے ملک میں پہلے عام انتخابات جلد از جلد کرانے کا وعدہ کیا۔ ایک صاحب نے تو مارچ ۱۹۵۸ء تک کا بھی تعین کر دیا لیکن الیکشن کمیشن نے یہ کہہ کر ان سب کی امید پر پانی پھیر دیا کہ نومبر ۱۹۵۸ء سے پہلے عام انتخابات نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد برسر اقتدار طبقہ نے نومبر ۱۹۵۸ء کی رٹ لگانی شروع کر دی۔ ان کے بار بار اعلانات کرنے سے قوم کو یقین ہو گیا کہ شاید عام انتخابات نومبر ۱۹۵۸ء میں ہو جائینگے۔ مختلف سیاسی پارٹیوں نے انتخابی مہم کا آغاز بھی کر دیا۔ اس دوران میں حکومت سے تاریخ کے تعین کا مطالبہ ہوتا رہا۔

تاریخ کے تعین کے سلسلہ میں کل جماعتی کانفرنس کی تجویز پیش ہوئی۔ جس کو حکومت نے منظور کر لیا۔ اس کانفرنس کا دو روزہ اجلاس ۲۱ جولائی ۱۹۵۸ء کو ختم ہوا اس میں مسلم لیگ کے سوا سب سیاسی جماعتوں نے شرکت کی۔ مسلم لیگ نے دعوت کو قبول نہیں کیا۔ کانفرنس نے اتفاق رائے سے فیصلہ کیا کہ چونکہ مشرقی پاکستان میں فصل ربیع کی کاشت نومبر میں ہوتی ہے۔ اس لئے انتخابات نومبر ۱۹۵۸ء کی بجائے ۱۵ فروری ۱۹۵۹ء کو کرانے کی حکومت سے سفارش کی جائے۔ حکومت نے اس سفارش کو منظور کر لیا ہے۔

ہمیں اس التوا پر بے حد افسوس ہوا۔ ہم کئی بار اس خدشہ کا اظہار کر چکے ہیں۔ کہ موجودہ برسر اقتدار طبقہ سے انتخابات کی امید رکھنا خام خیالی ہے۔ ایک دفعہ انتخابات کے ملتوی ہو جانے کے یہ معنی ہونگے کہ پھر کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ان کو ملتوی کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ التوا سے زیادہ افسوسناک یہ امر ہے۔ کہ تمام سیاسی پارٹیوں نے اس پر اتفاق رائے کر لیا گویا کہ سب اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ ملک کی سیاسی پارٹیاں اکثر ایک دوسرے کو انتخابات ملتوی کرانے کی سازش میں شرکت کا طعنہ دیا کرتی تھیں لیکن کل جماعتی کانفرنس نے سب کو ننگا کر دیا۔

خیر جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب اس پر زیادہ دیر تک آنسو بہانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ انتخابات کی تیاری کے لئے جو زائد وقت مل گیا ہے اس سے دینی جماعتوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اب تک تو اُنہوں نے تساہل سے کام لیا۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ وہ اس سے پورا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گی۔

یہ خطّۂ زمین مذہب کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس لئے اس کی موجودہ زبوں حالی کا علاج مذہب کا اتباع کرنے میں مضمر ہے۔ ان حالات میں مذہبی جماعتوں پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کی ان کو پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

چینی کا کوٹا

عرصہ ہوا مغربی پاکستان میں چینی کا کوٹہ نصف کر دیا گیا تھا۔ حال ہی میں حکومت نے اصل کوٹا کو بحال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے متعلق اب تک دو متضاد بیانات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔

پہلا بیان وزیر خوراک کا ہے۔ اس میں یہ کہا گیا تھا۔ کہ ”عنقریب صوبے میں چینی کا کوٹا بڑھا دیا جائے گا۔ شہروں میں ہر ہفتہ فی کس ۱/۲ چھٹانک اور دیہات میں فی کس ۳ چھٹانک چینی ملا کرے گی“۔ اس بیان میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ”اس سال چینی کی پیداوار میں ۳۳ ہزار ٹن کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے بعد حکومت کی طرف سے ایک پریس نوٹ شائع ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ یکم اگست ۱۹۵۸ء سے شہری اور دیہاتی علاقوں میں ان مقامات پر کھانڈ کا راشن فی کس علی الترتیب ۱۲ چھٹانک اور ۳ چھٹانک فی ماہ کر دیا جائے جہاں آج کل اس سے کم کوٹا دیا جا رہا ہے۔

لاہور میں چینی کا موجودہ کوٹا ۳ چھٹانک فی کس فی ہفتہ ہے۔ دوسرے شہروں کے متعلق ہمیں علم نہیں کہ وہاں اس وقت کتنا کوٹا ملتا ہے۔ غالباً وہاں بھی ہر ہفتہ ۳ چھٹانک فی کس ہی ملتا ہوگا۔ ہمیں دیہات کے کوٹا کا بھی علم نہیں۔ خیال ہے کہ شاید وہاں فی ہفتہ ڈیڑھ چھٹانک فی کس ملتا ہوگا۔ وزیر خوراک کے اعلان کے مطابق آئندہ شہروں کا کوٹہ چار گنا ہونا چاہیئے اور پریس نوٹ کی رو سے موجودہ کوٹا میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ حکومت کو چاہیئے کہ اس ابہام کو دور کرنے کے لئے ایک تیسرا اعلان فوراً جاری کرے۔

وزیر خوراک کے اعلان کے مطابق ملک میں چینی کی پیداوار کافی بڑھ گئی ہے گویا چینی کے معاملہ میں پاکستان خود کفیل ہو چکا ان حالات میں چینی پر کنٹرول بحال رکھنا بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ حکومت کو چاہیئے۔ کہ چینی کو کھلے بندوں فروخت کرنے کی اجازت دیدے۔ تاکہ مقابلہ میں اس کی قیمت گر جائے کنٹرول ہٹا لینے کے بعد محکمہ راشن بیکار ہو جائے گا۔ اس میں عوام اور حکومت دونوں کا بھلا ہے۔ عوام کو چینی سستی اور ضرورت کے مطابق ملے گی اور حکومت کو محکمہ راشن کے ٹوٹنے سے بچت ہو جائیگی۔

باقی صفحہ ۱۲ پر

قرآنِ حکیم سے خطاب

(از جناب عبد الرحیم صاحب جاوید الٰہ آبادی)

اے کلامِ لم یزل اے مخزنِ صدق و صفا
حاملِ توحیدِ یزداں چشمۂ نورِ ہدیٰ

اے پیامِ خالقِ کون و مکاں اے روحِ دیں
دافعِ تاریکیٔ باطل تیرا نورِ مبیں

اے کہ تیرا ہر ورق گنجینۂ عرفان ہے
شک نہیں کچھ حق و باطل کا تو ہی فرقان ہے

دیکھ کر تیری ضیا اے نیّرِ صبحِ صفا
ماند ہے یہ جلوۂ شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ

اے نظامِ زندگی اے رہنمائے انس و جاں
اے کہ تو ہے رازدارِ مالکِ کون و مکاں

لے کے آیا عرش سے ہے تجھ کو جبریلِ امیں
تیرا مہبط بن چکا ہے قلبِ ختم المرسلیں

تیری آمد سے اخوّت اور صداقت آگئی
آگئی روحِ قیادت اور مروّت آگئی

دولتِ عصمت عطا کی ہم کو عزّت تو نے دی
غیرتِ ناموس دی تو نے شجاعت تو نے دی

تیری آمد نے خدا کا دین محکم کر دیا
عمرؓ سے جابر کو بھی فاروقِ اعظمؓ کر دیا

تیری آمد نے بدل ڈالا نظامِ کائنات
نعرۂ توحید سے گونجی فضائے شش جہات

کر دیا ہے ایک تو نے رتبۂ شاہ و گدا
مومنوں کے واسطے تو بن کے آیا ہے شفا

گمرہوں کو تو دکھاتا ہے صراطِ مستقیم
جاہلوں کو بھی عطا کرتا ہے تو عقلِ سلیم

تیرے آگے ماند ہیں یہ ماہ و خورشید و نجوم
حدِ ادراکِ بشر سے ہیں پرے تیرے علوم

ہے بنائے مذہبِ مسلم ہر اک آیت تری
باعثِ قربِ خدائے لم یزل قربت تری

عاصیوں میں جذبۂ توحید پھر پیدا ہوا
تو نے دی لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ کی صدا

جذبۂ توحیدِ یزداں مسلموں میں بھر دیا
انتم الاعلون کا اعلان تو نے کر دیا

ارفع و اعلیٰ تو نگہِ رحمتِ عالم میں ہے
تو نہاں ایمان بن کر سینۂ مسلم میں ہے

برتر از وہم و گماں ہے عظمت و رفعت تری
بندۂ ناچیز سے ہو کس طرح مدحت تری



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۷ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۵۸ء

آج کے مضمون کے چار حصے ہیں

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

پہلا

دُنیا میں اللہ تعالےٰ کے دوست اور دشمن مل جل کر رہتے ہیں۔

دُوسرا

قیامت کے دن دونوں کی بستیاں الگ الگ ہوں گی۔

تیسرا

انسان کے لباس کی دو قسمیں ہیں۔ لباسِ جسمانی جو نظر آتا ہے۔ لباسِ تقویٰ جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ مگر انسان کے بدن پر اس کے آثار نظر آتے ہیں۔ اور لباس تقویٰ سے بے بہرہ لوگوں سے اللہ تعالےٰ کا سلوک ہے۔

چوتھا

قیامت کے دن گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے انسانوں کا آپس میں جھگڑا اور ہر ایک کا دوسرے کو مجرم قرار دینا۔

پہلے حصہ کی تفصیل
دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے دوست اور دشمن مل جل کر رہتے ہیں

قرآن مجید میں متعدد ہلاک ہونے والی قوموں کا ذکر

برادرانِ اسلام۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں کئی مقام پر عذابِ الٰہی سے تباہ ہونے والی قوموں کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً قوم نوح علیہ السلام۔ قوم عاد۔ جن کے پیغمبر ہود علیہ السلام تھے۔ قوم ثمود جن کے پیغمبر صالح علیہ السلام تھے۔ اور یہ قومیں اللہ تعالےٰ کے مختلف قسم کے عذابوں سے ہلاک ہوتی ہیں۔ مثلاً نوح علیہ السلام کی قوم پانی کے سیلاب سے غرق ہوئی ہے اور عاد کی قوم سات راتیں اور آٹھ دن اللہ تعالےٰ کے عذاب کی آندھی چلنے سے ہلاک ہوئی ہے۔ اور صالح علیہ السلام کی قوم زلزلے سے ہلاک ہوئی ہے۔

ان قوموں میں اللہ تعالےٰ کے مقبول بندے

قرآن مجید کی شہادت موجود ہے کہ ان ہلاک ہونے والی قوموں میں اللہ تعالےٰ کے مقبول بندے بھی ہوتے تھے۔ اگرچہ ان کی تعداد بہت ہی قلیل ہوتی تھی ارشادِ خداوندی ملاحظہ ہو۔

(حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ قُلۡنَا احۡمِلۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ وَاَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ وَمَنۡ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيۡلٌ ۝)

سورہ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے جوش مارا۔ ہم نے کہا۔ کشتی میں ہر قسم کے جوڑا نر مادہ چڑھا لے۔ اور اپنے گھر والوں کو۔ مگر وہ جن کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے اور سب ایمان والوں کو۔ اور اس کے ساتھ ایمان تو بہت کم لائے تھے۔

اس اعلانِ الٰہی

سے ثابت ہوا۔ کہ نوح علیہ السلام کی ہلاک ہونے والی قوم میں معدودے چند آدمی ایماندار بھی تھے جنہیں کشتی میں سوار کر لینے کا حکم ہوا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ وہ اقلیت میں تھے اکثریت بے ایمانوں کی تھی۔ اس اطلاع سے یہ چیز واضح ہو گئی۔ کہ اس جہان میں ایماندار اور بے ایمان۔ مشرک اور موحد۔ مومن اور کافر سب اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ بقول شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ایمانداروں کی تعداد "اسّی مرد یا کم و بیش" تھی۔ جو ان کے حاشیہ پر درج ہے۔

قوم عاد میں اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کا وجود

(وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ۝ قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖۤ اِنَّا لَـنَرٰٮكَ فِىۡ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَـنَظُنُّكَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ۝ قَالَ يٰقَوۡمِ لَـيۡسَ بِىۡ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّىۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ اُبَلِّـغُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّىۡ وَاَنَا لَـكُمۡ نَاصِحٌ اَمِيۡنٌ ۝).

سورہ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸

ترجمہ۔ اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ فرمایا۔ اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ سو کیا تم ڈرتے نہیں۔ اس کی قوم کے کافر سردار بولے ہم تو تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں۔ اور ہم تجھے جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ فرمایا۔ اے میری قوم میں بے وقوف نہیں ہوں بلکہ میں پروردگار عالم کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں۔ اور میں تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں

بالآخر نتیجہ

یہ نکلا (فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعۡنَا دَابِرَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ۝)

سورہ الاعراف رکوع ۹ پارہ ۸

ترجمہ۔ پھر اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اُن کی جڑ کاٹ دی۔ اور وہ مومن نہیں تھے۔

اعلانِ مذکور سے یہ نتیجہ

نکلتا ہے کہ کچھ لوگ ہود علیہ السلام پر ایمان بھی لے آئے تھے۔ جنہیں ہود علیہ السلام کے ساتھ عذابِ الٰہی سے بچا لیا گیا تھا۔

تحریر سابق کا حاصل

یہ نکلا کہ ہلاک ہونے والی قوموں میں بھی بعض ایماندار نیکو کار لوگ ہوتے تھے جو کافروں کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ جب عذابِ الٰہی آتا تھا تو اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام کی معیت میں ان کو بھی توحید پرستی اور شرک و کفر سے بیزاری کے باعث اپنے عذاب سے بچا لیتا تھا۔ اس جہان میں مومن اور کافر کے ملے جلے رہنے کی

تین عجیب مثالیں

پہلی :

باپ پیغمبر اور بیٹا کافر

اور دونوں کا قیام ایک ہی گھر میں تھا۔ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادٰى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ الْكٰفِرِينَ ۝ قَالَ سَاٰوِيْ إِلٰى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ۝ سورۃ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور (نوح علیہ السلام نے) کہا۔ اس (کشتی) میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام سے ہے۔ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ اور وہ انہیں پہاڑ جیسی لہروں میں لئے جا رہی تھی اور نوح نے اپنے بیٹے (کنعان) کو پکارا۔ جبکہ وہ کنارے پر تھا۔ اے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ کہا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔ جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ کہا آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں۔ مگر جس پر وہی رحم کرے۔ اور دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی۔ پھر وہ ڈوبنے والوں میں ہوگیا۔

دوسری مثال

خاوند پیغمبر اور بیوی کافر

(۱) دونوں کی بود و باش ایک ہی گھر میں تھی۔ نتیجہ کے لحاظ سے خاوند جنت کا وارث اور بیوی دوزخ میں جا پہنچی۔ لہذا ثابت ہوا کہ اس جہان میں مومن اور کافر بعض اوقات میاں بیوی کی حیثیت سے ایک ہی چاردیواری میں اکٹھے رہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالے ہے۔ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَّامْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَّقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِينَ ۝ سورۃ التحریم رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اللہ کافروں کے لئے ایک مثال بیان کرتا ہے نوح اور لوط کی بیوی کی۔ وہ ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پھر ان دونوں نے ان کی خیانت کی۔ سو وہ اللہ کے غضب سے بچانے میں ان کے کچھ کام بھی نہ آئے۔ اور کہا جائے گا دونوں دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

حاصل

مذکورۃ الصدر آیت کا نتیجہ یہ ہے کہ خاوند دونوں پیغمبر اور بیویاں دونوں کافر۔ دنیا میں تو ایک ہی گھر میں میاں بیوی اکٹھے رہنے والے تھے۔ اور آخرت میں نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام دونوں جنت الفردوس میں تشریف فرما ہونگے۔ اور ان کی بیویوں کا ٹھکانا دوزخ ہو گا۔

تیسری مثال

بیوی مومن اور خاوند کافر

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ۝

سورۃ التحریم رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اور اللہ ایمانداروں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے۔ جب اس نے کہا۔ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا۔ اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے۔ اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

(۱) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کیسے نیک بندے۔ مگر دونوں کے گھر میں ان کی بیویاں منافق تھیں۔ بظاہر ان کے ساتھ تعلق تھا۔ لیکن دل میں کافروں کے طرفدار تھیں۔ پھر کیا ہوا۔ عام دوزخیوں کے ساتھ ان کو اللہ نے دوزخ میں دھکیل دیا۔ پیغمبروں کا رشتہ ذرا بھی عذاب الہی سے نہ بچا سکا۔ اس کے برعکس فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم سچی ایماندار ولی کاملہ اور اس کا شوہر خدا کا سب سے بڑا باغی۔ وہ نیک بیوی میاں کو خدا کے عذاب سے نہ چھڑا سکی۔ نہ میاں کی شرارت و بغاوت کے جرم میں بیوی کو کچھ آنچ پہنچی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ یعنی اپنا ایمان درست کرو۔ نہ خاوند بچا سکے نہ جورو۔ یہ (قانون عام طور پر) سب کو سنا دیا ہے۔"

یہ چیز واضح ہوگئی

مذکورۃ الصدر مثالوں سے یہ چیز واضح ہوگئی۔ کہ دنیا کے اندر مومن اور کافر ایک ہی گھر میں اکٹھے رہ سکتے ہیں لیکن قیامت کے دن اللہ تعالے کے توحید پرست بندے بہشت میں جائیں گے اور مخالفین توحید کا دوزخ ایندھن بنیں گے

اللّٰھم لا تجعلنا منھم

دوسرے حصہ کی تفصیل

قیامت کے دن دونوں کی بستیاں الگ الگ ہونگی

پہلا ثبوت

منافقین اور کفار کا ٹھکانا

اَلْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ وَعَدَ اللَّهُ الْمُنٰفِقِينَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝

سورہ التوبہ رکوع ۹ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہمجنس ہیں۔ برے کاموں کا حکم کرتے ہیں۔ اور نیک کاموں سے منع کرتے ہیں۔ اور ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے۔ سو اللہ نے انہیں بھلا دیا۔ بیشک منافق وہی نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو دوزخ کا وعدہ کیا ہے۔ وہی انہیں کافی ہے۔ اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔ اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ قیامت کے دن منافقوں اور کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہو گا۔ اللّٰھم لا تجعلنا منھم۔

مومنوں کا ٹھکانا

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

سورہ التوبہ رکوع ۹ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے۔ اور عمدہ مکانوں اور ہمیشگی کے باغوں میں اور اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے۔ یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ مومنوں کا ٹھکانا بہشت ہوگا۔ جس میں رہائش کے لئے عمدہ مکانات ہوں گے۔ ان میں وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رکھے جائیں گے۔ اور ایمانداروں کو اللہ تعالےٰ کی رضا کا تمغہ مزید براں ملے گا۔ کہ اللہ تعالےٰ ان سے ہمیشہ راضی رہے گا اور کبھی ناراض نہیں ہوگا۔

رضاالٰہی بہشت سے بھی اعلیٰ مقام ہے

حدیث شریف

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَضِیْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰی یَا رَبِّ وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ فَیَقُوْلُ اَلَا اُعْطِیْکُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُوْنَ یَا رَبِّ وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ اَبَدًا ۔ متفق علیہ

ترجمہ۔ ابی سعیدؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالےٰ بہشتیوں کے لئے فرمائے گا۔ اے بہشتیو۔ پھر وہ کہیں گے۔ اے اللہ ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں۔ اور تیری خدمت میں نیک بختی حاصل کرتے ہیں۔ اور تمام نیکی تیرے ہی دونوں ہاتھوں میں ہے۔ پھر فرمائے گا کیا تم راضی ہوگئے ہو۔ پھر کہیں گے اور ہمیں کیا ہے کہ اے رب ہم راضی نہ ہوں۔ حالانکہ تحقیق تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے کہ اپنی مخلوقات میں سے کسی کو نہیں دیا۔ پھر (اللہ تعالےٰ) فرمائے گا۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ دوں جو اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر (بہشتی) کہیں گے۔ اے ہمارے رب اس بہشت سے بہتر اور کونسی چیز ہوسکتی ہے۔ پھر فرمائے گا۔ میں تم پر اپنی رضا نازل کرتا ہوں۔ پھر اس کے بعد کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا۔

ثابت

اس حدیث شریف سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالےٰ کی رضا کا تمغہ حاصل ہونا بہشت سے بھی اعلیٰ درجہ کا انعام ہے۔ اللّٰھم اجعلنا منھم

دُوسرا ثبوت

کافروں کا ٹھکانا

(وَسِیْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَھَنَّمَ زُمَرًا ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْھَا فُتِحَتْ اَبْوَابُھَا وَقَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَآ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ رَبِّکُمْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ط قَالُوْا بَلٰی وَلٰکِنْ حَقَّتْ کَلِمَۃُ الْعَذَابِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ○ قِیْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ج فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ ○) سورہ الزمر رکوع ۸ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ اور جو کافر ہیں دوزخ کی طرف گروہ گروہ ہانکے جائینگے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئینگے۔ تو اس کے دروازے کھول دئے جائینگے اور ان سے ان کے داروغہ کہینگے کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں رب کی آئتیں پڑھ کر سناتے تھے۔ اور آج کے دن کے پیش آنے سے تمہیں ڈراتے تھے۔ کہیں گے ہاں۔ لیکن عذاب کا حکم (علم ازلی میں) منکروں پر ہو چکا تھا۔ کہا جاتے گا۔ دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ اس میں سدا رہوگے۔ پس وہ تکبر کرنے والوں کے لئے کیسا بُرا ٹھکانا ہے۔

مومنوں کا ٹھکانا

(وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ زُمَرًا ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْھَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُھَا وَقَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَا سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ ○ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ ج فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ○

سورہ الزمر رکوع ۸ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے جنّت کی طرف گروہ گروہ لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اور اس کے دروازے کھُلے ہوئے ہوں گے۔ اور ان سے اس کے داروغہ کہیں گے۔ تم پر سلام ہو۔ تم اچھے لوگ ہو۔ پس اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اور وہ کہیں گے۔ اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچّا کیا۔ اور ہمیں اس زمین کا وارث کر دیا۔ کہ ہم جنّت میں جہاں چاہیں رہیں۔

حاصل

اس اعلان شاہنشاہی کا حاصل یہ نکلا کہ دُنیا میں جن لوگوں نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق صرف کیا تھا اور ہر عمل حیات کو اللہ تعالےٰ کا ڈر دل میں رکھ کر کیا تھا یعنی اس کے ڈر کے باعث کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہیں کیا تھا۔ اور کیا تھا تو پشیمان ہوکر اللہ تعالےٰ سے معافی مانگ لی تھی۔ قیامت کے دن ان کے لئے بہشت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اور بہشت میں داخلہ کے وقت بہشت کے دربان اُن پر سلام کہیں گے۔ اور مبارکباد کہیں گے۔ اللّٰھم اجعلنا منھم

دونوں پیش کردہ ثبوتوں

سے یہ چیز ثابت ہوگئی۔ کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے دوستوں اور دشمنوں کی بستیاں الگ الگ ہوں گی۔ ہاں ایک چیز پیش نظر رکھنی ضروری ہے۔ کہ بعض آدمی عارضی طور پر چندروز دوزخ میں رہیں گے۔ اور پھر ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے انہیں بہشت میں منتقل کر دیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص کے عقیدہ میں شرک اور کفر نہیں ہے۔ اور نہ وہ نفاق اعتقادی کا منافق ہے۔ ہاں نماز نہیں پڑھتا تھا۔ یا نماز تو پڑھتا تھا مگر رمضان مبارک کے روزے نہیں رکھتا تھا۔ یا نماز بھی پڑھتا تھا اور روزے بھی رکھتا تھا۔ مگر زکوٰۃ نہیں ادا کرتا تو یا مثلاً نماز بھی پڑھتا تھا۔ رمضان مبارک کے روزے بھی رکھتا تھا۔ زکوٰۃ بھی پائی پائی گن کر دیا کرتا تھا۔ مگر باوجود صحت یافتہ ہونے۔ مکّہ معظمہ آنے جانے کے تمام مصارف موجود ہونے۔ راستہ کا امن ہونے۔ اور وہاں تک پہنچنے کے لئے سواری کا انتظام مکمل ہونے کے باوجود حج کرنے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ اور موت آگئی۔ اس قسم کے مجرم اگر اللہ تعالےٰ معاف نہ فرمائیں تو دوزخ میں جائیں گے۔ اس کے بعد ایمان کامل ہونے کے باعث مناسب سزا بھگتنے کے بعد بہشت میں منتقل کر دیئے جائیں گے۔

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ۝ سورہ الاعراف رکوع ۶ پارہ ۸

ترجمہ:- اور دوزخ والے بہشت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی بہادو۔ یا کچھ اس چیز میں سے دو۔ جو تمہیں اللہ نے رزق دیا ہے۔ کہیں گے۔ بیشک اللہ نے ان دونوں چیزوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔ جنہوں نے اپنا دین تماشا اور کھیل بنایا۔ اور انہیں دُنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ سو آج ہم انہیں بھلا دیں گے۔ جس طرح انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔

دُنیا میں تو فرق نہیں تھا

اللہ تعالیٰ کی دُنیا میں پیدا کردہ تمام نعمتوں کو جس طرح مومن استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح کافر بھی استعمال کرتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات

کافروں کو مومنوں سے زیادہ

اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ (وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ ؕ حَتّٰٓی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝)

سورہ الانعام رکوع ۵ پارہ ۷

ترجمہ:- اور ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی اُمتوں کے ہاں رسول بھیجے تھے۔ پھر ہم نے انہیں سختی اور تکلیف میں پکڑا تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پھر کیوں نہ ہُوا۔ کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو عاجزی کرتے لیکن ان کے دل سخت ہوگئے۔ اور شیطان نے انہیں وہ کام آراستہ کر دکھائے۔ جو وُہ کرتے تھے۔ پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے۔ جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی تھیں۔ ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ پس وُہ اس وقت نا اُمید ہوکر رہ گئے۔ پھر ان ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اور اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ گزشتہ ہلاک ہونے والی قوموں کے پاس پہلے انبیاء علیہم السلام ان کی ہدایت کے لئے ان کے پاس آتے تھے۔ پھر وہ انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر آیا کرتا تھا۔ تاکہ وہ عاجزی کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں۔ اور اپنے وقت کے پیغمبر کا اتباع کریں۔ مگر ان کی بدقسمتی کہ وہ لوگ اس عذاب الٰہی سے بھی نہ سنبھلے۔ اور پیغمبر کی تعلیم کو بالکل ہی پس پشت ڈال دیا۔ تب ہم نے ان پر دُنیاوی رزق کے ہر قسم کے دروازے کھول دیئے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا ہی ہے۔ دُنیا کی چند روزہ زندگی میں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اُٹھا لیں۔ پھر جب ان نعمتوں میں مخمور ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ناگہاں طور پر پکڑ کر یکدم کچل کر رکھ دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تیسرے حصّہ کی تفصیل

انسان کے لباس کی دو قسمیں ہیں۔ لباسِ جسمانی جو نظر آتا ہے۔ لباسِ تقویٰ جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ مگر انسان کے بدن پر اس کے آثار نظر آتے ہیں۔ اور لباس تقویٰ سے بے بہرہ لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا سلوک۔

لباس کی دو قسمیں

(یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ)

سورہ الاعراف رکوع ۳ پارہ ۸

ترجمہ:- اے آدمؑ کی اولاد ہم نے تم پر پوشاک اتاری جو تمہاری شرمگاہیں ڈھانکتی ہے۔ اور آرائش کے کپڑے بھی اُتارے۔ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ انسان کے لباس کی دو قسمیں ہیں۔ لباس ظاہری کپڑے وغیرہ اور لباسِ تقویٰ جو نظر نہیں آتا۔ مگر جس نے وہ پہنا ہُوا ہو تو اس کی نقل و حرکت اور اس کے ہر عمل میں اس کی خوشبو آتی ہے۔ لباس ظاہری تو موحد اور مشرک۔ مومن اور کافر اور منافق اور فاسق سب کو اللہ تعالیٰ یکساں طور پر عطا فرماتا ہے۔ اور لباسِ تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور اس کی خصوصی رحمت ہے۔ جس کو وہ عطا فرما دے۔ وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے۔

متقی کسے کہتے ہیں

لباس تقویٰ کے پہننے والے کو متقی کہا جاتا ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے متقی کی معنی سن لیجئے۔ قرآن مجید کی پہلی آیت یہ ہے۔ (ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝) اس کا ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا ہے۔ اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔ راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو۔

تو معلوم ہُوا کہ متقی کی معنی ڈرنے والا ہے۔ یہ بالکل واضح چیز ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوگا وہ زندگی بھر میں جو کام بھی کرے گا وہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر کرے گا۔ کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے۔ اور مجھے سزا نہ ملے اب اس شخص کی زندگی اس طریقے پر بسر ہوگی۔

(۱) مُنہ سے وُہ لفظ نکالے گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو۔ (۲) وہ چیز کھائے گا۔ جس کے کھانے سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو (۳) وہ چیز پیئے گا جس کے پینے سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو (۴) لین دین میں وہ طریقہ اختیار کرے گا۔ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو۔ (۵) اگر دکاندار ہے۔ تو گاہک سے اس طریقہ سے معاملہ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو۔ (۶) اگر کارخانہ دار ہے تو مزدور سے ایسا سلوک کریگا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو۔ (۷) اگر سرکاری ملازم ہے تو رعایا سے ایسے طریقہ سے برتاؤ کریگا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو۔ (۸) اگر ماں باپ زندہ ہیں تو اُن سے ایسا سلوک کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو (۹) اگر بال بچے دار ہے تو

بیوی بچوں سے ایسا سلوک کریگا جس سے اللہ تعالےٰ ناراض نہ ہو۔

ایک متقی انسان کے اعمالِ حیات کی کہاں تک فہرست گنتا جاؤں۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والے متقی انسان کے ہر عملِ حیات میں خوش اسلوبی۔ انصاف پسندی، نظر آئے گی۔ اس (تقویٰ کی) خصلت سے آراستہ انسان دُنیا میں رہنے والے انصاف پسند انسانوں کی نظر میں ایک محبوب ترین انسان ہوگا۔ جس طرح ظاہری لباس کے پہننے سے انسان کے بدن کا ہر عیب چھپ جاتا ہے۔ اسی طرح لباسِ تقویٰ کے پہننے والے انسان کی ہر کمزوری چھپ جائے گی۔ اور وہ ہر انسان کی نظر میں محبوب اور پسندیدہ نظر آئے گا۔ اللھم اجعلنا منھم۔

چوتھے حصے کی تفصیل

قیامت کے دن گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے انسانوں کا آپس میں جھگڑا اور ہر ایک کا دوسرے کو مجرم قرار دینا۔

(وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ ج يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ○ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُم بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ ○ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا ط وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ط وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ط هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○) سورہ السبا رکوع ۴ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ اور کاش آپ دیکھتے۔ جبکہ ظالم اپنے رب کے حضور میں کھڑے کئے جائینگے ایک ان میں سے دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہوگا۔ جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ ان سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایماندار ہوتے۔ جو لوگ بڑے بنتے تھے ان سے کہیں گے جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا۔ بعد اس کے کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی۔ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ اُن سے کہیں گے جو متکبر تھے بلکہ (تمہارے) رات اور دن کے فریب نے جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کر دیں۔ اور اس کے لئے شریک ٹھیرائیں۔ اور دل میں بڑے پشیمان ہوں گے۔ جب عذاب کو سامنے دیکھینگے اور کافروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈالینگے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ اسی کا تو بدلہ پا رہے ہیں۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ ہر انسان کو خود سمجھ سوچ کر اور خداداد عقل سے پرکھ کر اللہ تعالےٰ کے سچے دیندار بندوں سے دوستی رکھنی چاہیئے۔ اور انہیں کی صحبت میں بیٹھنا چاہیئے۔ جن کے دائیں ہاتھ میں قرآن مجید ہو اور بائیں ہاتھ میں حدیث شریف ہو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کی صحیح بندگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح پیروی نصیب ہو جائے اس طریقہ پر چلنے کی برکت سے ہماری دُنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس طریقہ پر چلنے سے اللہ تعالےٰ راضی ہو جائے گا۔ اور بفضلہ تعالےٰ جنت کا ٹکٹ مل جائے گا۔ اور جو اس کسوٹی پر پورا نہ اُترے۔ اس کو دُور ہی سے سلام کر دیا جائے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۱۶ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ——— (مرتبہ چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب ایم۔اے ایل ایل بی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد

جمعرات کی شام کو ہمارا آپس میں مل بیٹھنا اس غرض سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا عبدیت کا تعلق درست کر کے دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ میرا اور آپ کا عبدیت کا تعلق ایسا درست ہو جائے کہ اس میں کوئی کمی رہنے نہ پائے۔ اگر خدانخواستہ کوئی کمی رہ گئی تو اس کو قبر میں دُور کیا جائے گا۔ ہر نیکی کی توفیق اللہ کا فضل ہے۔ اس لئے ہم عبدیت کا تعلق درست کرنے میں بھی اس کے فضل کے ہی طالب ہیں۔ دُعا کیجئے کہ دُنیا سے رخصت ہونے سے پہلے وہ جس طرح چاہتا ہے اس طرح سے ہمارا اس سے عبدیت کا تعلق درست ہوجائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اس اجتماع کی رُوح اور اس کا اصل مقصد یہی ہے۔ اسی کو پھیر پھار کر میں مختلف طریقوں سے عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آج کا عنوان ہے:

عبدیّت کے لحاظ سے دینداروں کے دو درجے ہیں

۱۔ نازلہ (ادنےٰ) ۲۔ اعلےٰ

یہ دو درجے دیندار طبقہ کے ہیں۔ اور یہ طبقہ اقلیت میں ہے۔ بے دینوں کی اکثریت ہے۔ ان کو تو عبدیت کا تعلق درست کرنے کی فکر ہی نہیں۔ وہ اور مشاغل میں مصروف ہیں۔ ان میں سے بعض صبح اُٹھ کر کچھ کھا پی کر دُکان پر چلے جاتے ہیں۔ اور جب تک رات کو دس گیارہ بجے تک گاہکوں کی آمد و رفت رہتی ہے دُکان پر بیٹھے رہتے ہیں اس کے بعد گھر آکر کھانا کھا کر سو رہتے ہیں۔ ان کو نہ خدا کا پتہ ہے۔ اور نہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا شوق ہے۔ یہ غافلوں کی ایک مد ہے۔ ملازم پیشہ کی۔ وہ بھی صبح نہا دھوکر دفتر کا یونیفارم (سوٹ) بدل کر دفتر چلے جاتے ہیں۔ دن بھر وہاں کام یا باتیں کرتے رہتے ہیں۔ شام کو تھک کر گھر آئے۔ کھانا کھایا۔ ذرا بیوی بچوں سے دل بہلایا۔ اس کے بعد یا تو سو رہے یا سینما چلے گئے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ پیشہ کے لحاظ سے غافلوں کی بے شمار قسمیں ہیں جن کا نہ تعلق باللہ درست ہے اور نہ ان کو ان کا احساس ہے۔ یہ بدقسمت ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو خوش قسمت بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

دیندار طبقہ کے مندرجہ بالا دو درجے ہیں۔ دونوں احکامِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں ادنےٰ درجے کے دیندار تو ڈر کر احکامِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور اعلیٰ درجے والے

شوق سے تعمیل کرتے ہیں۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ جس سے آپ سمجھ جائینگے۔ طالب علموں کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ وہ جن کو طبعاً پڑھائی کا شوق ہوتا ہے۔ اُستاد کو انہیں مارنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور نہ والدین کو انہیں کہنا پڑتا ہے کہ سبق یاد کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کے بچوں کو مائیں بعض اوقات کہتی ہیں کہ بس کرو۔ آکر سو جاؤ۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ابھی میرا کام بہت پڑا ہے۔ مجھے پڑھنے دیجئے۔ یہ طبعاً پڑھائی کے شوقین ہیں۔ ۲۔ وہ جو اُستاد کی مار کی وجہ سے سبق یاد کرتے ہیں۔ وہ حساب کے سوال اس لئے گھر سے حل کرکے لاتے ہیں کہ اگر نہ کئے تو اُستاد مارے گا۔

اس کو ادھر لے جائیے۔ دینداروں کا ایک طبقہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نیک کام کرتا ہے اور بُرے کام سے بچتا ہے۔ وہ نماز اس لئے پڑھتے ہیں کہ اگر نہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈال دے گا۔ اور زکوٰۃ اس لئے ادا کرتے ہیں کہ علماء کرام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل ارشاد سنا ہے:-

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ یَعْنِیْ شِدْقَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلَا وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الاٰیۃ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور اُس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کے مال کا قیامت کے دن ایک گنجا سانپ بنایا جائے گا۔ جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ اور سانپ کو طوق بناکر اُس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ پھر یہ سانپ اس کی دونوں باچھیں پکڑلے گا اور کہے گا میں تیرا مال اور تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ولا تحسبن الذین الخ (یہ گمان نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں آخر آیت تک)

میں عورتوں سے کہا کرتا ہوں کہ بیٹی! زیور کی زکوٰۃ تمہارے ذمہ ہے خواہ خاوند سے لے کر ادا کرو۔ اگر نہ ادا کروگی تو یہ سزا تم کو ملے گی۔

قرآن مجید میں بھی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی سزا کا ذکر آتا ہے۔

(یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ۝) سورہ التوبہ رکوع ۵ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔

دوزخ کی آگ دُنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔ یعنی دُنیا کی آگ ایک حصہ گرم ہے اور دوزخ کی آگ اس سے ۶۹ حصہ زیادہ گرم ہے۔ لہٰذا اس کی مجموعی گرمی ۷۰ حصہ ہوگئی۔ اس کا خاصہ ہے۔ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی ۝

سورہ اعلیٰ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ پھر اس میں نہ تو وہ مرے گا اور نہ جئے گا۔

حرام مال کھانے سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے عام دیندار مسلمان اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان) (باب الکسب وطلب الحلال)

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور جس گوشت نے حرام سے نشو و نما حاصل کی ہے اسکو دوزخ کی آگ اپنے اندر سمیٹنے کے زیادہ لائق ہے۔

دینداروں کا ایک طبقہ خدا کے ڈر سے نیکی کرتا ہے۔ یہ دینداروں کا عام طبقہ ہے۔ یہ ادنےٰ درجہ ہے جو بفضلہ تعالیٰ عام مسلمانوں کو حاصل ہے۔ آج میں اعلیٰ درجہ کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔

دُنیا میں ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اگر اس کی تنخواہ اسی روپیہ ماہوار ہے تو سو روپیہ ہو جائے! اس حرص کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰی ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ (متفق علیہ) (باب الامل والحرص)

ترجمہ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر آدمی کے پاس مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تب بھی وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا۔ اور آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھرتی۔ مگر (قبر کی) مٹی اور اللہ تعالیٰ جس بندے کی توبہ کو چاہے قبول کرلیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دُنیا کے مال و دولت کی بجائے عبدیت کے اعلیٰ درجہ کی حرص نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اعلےٰ درجہ والے اللہ تعالیٰ کو محبوب سمجھ کر اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

پہلے درجہ میں انسان احکام الٰہی کی تعمیل کو اپنے لئے تکلیف دہ سمجھتا ہے۔ دوسرے درجہ میں انسان تکلیف نہیں سمجھتا بلکہ خوشی سے تعمیل کرتا ہے۔

اعلےٰ درجہ والوں کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں آتا ہے۔

(وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ) سورہ البقرہ رکوع ۲۰ پارہ ۲

ترجمہ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں۔ جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے۔ اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے)

اَشَدُّ اسم تفضیل مذکر کا صیغہ ہے۔ اس کا زور عربی دان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ غیر عربی دان نہیں سمجھ سکتے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محبت کی شدت کا اس سے آگے کوئی درجہ نہیں ہے۔ گویا ان کو سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ ہے۔ بیوی اولاد۔ جائداد اور گھر کا ساز و سامان غرضیکہ کسی چیز کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی۔ ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہی مقصود۔ مطلوب اور محبوب ہے۔ اس کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ

وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (رواہ ابوداؤد) (کتاب الایمان)

ترجمہ - ابی امامہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے محبت کی اللہ کیلئے اور بغض رکھا اللہ کیلئے اور (کسی کو کچھ) دیا تو اللہ کے لئے اور منع کیا تو خُدا کے لئے (یعنی جو کام بھی کیا خدا کے لئے کیا) اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا۔

وہ دوستی اور دشمنی فقط اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے رکھتے ہیں - وہ خرچ اس جگہ کرتے ہیں جہاں اللہ تعالےٰ راضی ہو - جہاں وہ ناراض ہو وہاں خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیتے ہیں - حضورؐ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ

(رواہ مالک) (باب الحب فی اللہ ومن اللہ)

ترجمہ - معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا ہے - خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ جو لوگ آپس میں میری رضامندی و خوشنودی کے لئے محبت کرتے ہیں اُن سے مجھ کو محبت کرنا ضروری ہے - اور جو لوگ محض میری رضا کے لئے باہم بیٹھنے اور میری تعریف کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں اُن سے (بھی) مجھ کو محبت کرنا واجب ہے -

یہ اللہ تعالےٰ سے محبّت کے آثار ہیں - نہ کاروبار میں کسی قسم کا اشتراک ہے اور نہ آپس میں کوئی رشتہ داری ہے - محض اللہ تعالےٰ سے تعلق کی بنا پر ایک دوسرے سے محبت ہے اور اسی تعلق کی بنا پر آپس میں مل بیٹھتے ہیں - جیسے آپ بیٹھے ہیں اللہ تعالےٰ کا ذکر ہو رہا ہے - اور آپ اس میں شامل ہیں - اللہ تعالےٰ آپ کی اس نشست کو قبول فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

دوستی ہے تو اللہ واسطے - محبت ہے تو اللہ واسطے - وہ ہمارے ہاں اللہ تعالےٰ کی محبت کی بنا پر آئے - ہم نے اسی محبت کی بنا پر انکی خاطر تواضع کردی - سردی ہے تو چائے پلا دی - گرمی ہے تو شربت پلا دیا - آموں کا موسم ہے تو آم بھی کھلا دیئے - نہ رشتہ لینا ہے نہ دینا ہے - ہر کام محبت الٰہی کی وجہ سے ہو رہا ہے - حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس قسم کی محبت رکھنے والوں کے متعلق قیامت کے دن میدانِ محشر میں اعلان ہوگا - وہ حدیث شریف ملاحظہ ہو -

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ (رواہ مسلم) (باب الحب فی اللہ ومن اللہ)

ترجمہ - ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - خداوند تعالےٰ قیامت کے دن فرمائے گا - کہاں ہیں وہ لوگ جو میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپس میں محبّت رکھتے تھے - آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دونگا - اور آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے -

خدا جانے وہاں کتنی مخلوق ہوگی - مجھے یاد ہے کہ ۱۹۳۹ء کی جنگ سے پہلے دُنیا میں مسلمانوں کی تعداد سب قوموں سے زیادہ تھی - اسوقت مسلمان ستر کروڑ تھے اور عیسائی ساٹھ کروڑ - میدان محشر میں اربوں - سنکھوں اور پدموں مخلوقات ہوگی - اس میں یہ اعلان ہوگا - اور یہ سب کانوں تک پہنچ جائیگا - جس طرح بجلی کی کڑک لاکھوں میلوں تک سُنائی دیتی ہے - اللہ تعالےٰ کے تعلق کی بنا پر آپس میں محبت کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دیگا - اور اس دن اس کی رحمت کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا - قیامت کے دن سورج سوا نیزہ پر ہوگا - سب مخلوق پسینہ میں تر ہوگی - کوئی منہ تک پسینہ میں ڈوبا ہوگا - کوئی کمر - کوئی ران اور کوئی گھٹنہ تک - اس دن یہ اعلان ہوگا - اعلان میں اَیْنَ المتحابّون فرمائینگے - این المؤمنون - این المصلون - این الحجاج - یا این الصائمون نہیں فرمائیں گے - یہ بدنصیبی ہے کہ مسلمان حدیث سے کٹ جائے - اس حدیث میں زبان حضورؐ کی ہے اور فرمان اللہ تعالےٰ کا ہے - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو حدیث شریف پر عمل ایمان نصیب فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

دُنیا میں تو یہ مقام حاصل کرنا آسان ہے - سُنتے سُنتے رنگ چڑھ جاتا ہے - اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس مقام کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین - لاہور والوں کے لئے تو یہ مقام حاصل کرنا کچھ مشکل نہیں ہے - یہاں ہر چیز کی بہتات ہے - جتنے لاہور میں بدمعاش ہیں اتنے اور کسی شہر میں نہیں جتنے یہاں نیک ہیں اُتنے کسی اور شہر میں نہیں - دیہات والوں کے لئے یہ مقام حاصل کرنا مشکل ہے - رشتہ لینے دینے سے بالاتر ہوکر اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو المتحابّون فیّ کے زمرہ میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

دُنیا میں کھری کھوٹی ہر چیز ملتی ہے جس کو تمیز ہو وہی کھری لا سکتا ہے - علماء میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں - کھرا عالم وہ ہے - جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن ہو اور بائیں ہاتھ میں حدیث خیرالانام علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام - ان دو نوروں کی روشنی میں خود چلے اور ہمیں چلائے - عالم پیارے ہوں تو ایسے - جاہل بھی ایسے ہی پیارے ہوں جن کو ایسے عالموں سے پیار ہو - میں نے اللہ والوں کے ہاں ایسے جاہل دیکھے ہیں - ان میں للّٰہیّت ہوتی ہے - وہ اللہ والوں سے جو باتیں سُنتے ہیں وہ یاد کر لیتے ہیں - پھر آپس میں جب مل کر بیٹھتے ہیں تو ان باتوں کو بیان کرتے ہیں - ایک کہتا ہے حضرت نے یوں فرمایا - دُوسرا کہتا ہے حضرت نے یوں فرمایا - میرے حضرتؒ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک دفعہ مجھے ہمارے دادا پیر یا پڑدادا پیرؒ کا واقعہ سُنایا - نہ اللہ والے اور نہ ان کے ساتھ جانے والی جماعت کھانے کے لئے جاتی ہے - وہ تو پروانہ وار شیخ پر فدا ہوتی ہے آپ جہاں شمع اُٹھا کر رکھ دینگے وہیں پروانے آجائینگے - جہاں شیخ ہوگا وہاں جماعت ساتھ ہوگی - ایک دفعہ دادا یا پڑدادا پیرؒ مع جماعت کہیں تشریف لے گئے - جماعت میں ایک مجذوب تھا وہ جماعت کے ساتھ نہ گیا - واپسی پر حضرتؒ نے اس سے پوچھا تم کیوں نہیں گئے - اس نے جواب میں کچھ دوہے پڑھے - جن کا مفہوم یہ تھا کہ تقدیر نے مجھے اس جماعت سے جُدا کردیا - لیکن حقیقت میں اس کی مراد عالم ملکوت کی جماعت سے تھی - یعنی تقدیر الٰہی نے مجھے عالم ملکوت کی جماعت سے اُٹھا کر عالم ناسوت میں لا بٹھایا کیونکہ اس کی تار اُدھر لگی ہوئی تھی - ہر مجذوب پاگل نہیں ہوتا اور نہ ہر پاگل مجذوب ہوتا ہے - دید ہو تو تمیز ہوتی ہے - عام طور پر لاہوریوں میں دید نہیں ہے یہ ہر پاگل کو مجذوب سمجھ لیتے ہیں - اللہ تعالیٰ مجھے اور آپکو عبدیت کا اعلےٰ درجہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

از جناب حکیم عمر حیات صاحب

سنہ ۳۰۰ ہجری مسلمانوں کی عروج و ترقی کا دور تھا۔ اس مبارک عہد میں خدائے عزوجل نے عراق کی سرزمین کو اقطاب، اغواث، ابدال اور صوفیا سے نوازا جنہوں نے روحانیت کی تربیت پا کر ظلمتکدہ قلوب کو بقعۂ نور بنا دیا اور دنیا میں روحانیت کا وہ فیض جاری کیا کہ آج بھی لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔

ان علمبرداران روحانیت میں سے جو مقدس وجود آسمان ولایت پر آفتاب بن کر چمکا وہ عارف اعظم حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود مسعود تھا۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی جنیدؒ اور کنیت ابوالقاسم اور لقب قوّاز تھا۔ آپ کے آبا و اجداد شہر نہاوند کے تھے اور وہاں کے حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے شہر کو چھوڑنا پڑا۔ اور بغداد تشریف لائے۔ یہاں انہوں نے شیشے کے سامان کی دکان نکال لی۔ جس پر حضرت جنید اکثر بچپن میں بیٹھا کرتے تھے۔ آپ کے والد ماجد کو علم و فضل اور زہد و تقوےٰ کی وجہ سے خاص شہرت حاصل نہ تھی۔ بلکہ ساری زندگی گمنامی میں گزاری۔ اور حضرت جنید کے ماموں البتہ علم و کمال کی وجہ سے شہرہ آفاق تھے۔ آپ کو ماموں سے بہت محبت تھی۔ حضرت سری سقطیؒ کا اسم گرامی سری بن مغلس سقطی اور کنیت ابوالحسن تھا۔ آپ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ ایک دن دکان پر بیٹھے تھے کہ شیخ وقت حضرت کرخیؒ تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ایک یتیم بچہ تھا۔ شیخ کرخیؒ نے فرمایا۔ سری! اس بچے کو کپڑے پہنا دو۔ چنانچہ کپڑے پہنا دیئے گئے۔ تو شیخ نے فرمایا۔ اے اللہ سری کو اپنا بنا لے اور اس کے دل میں دنیا کی طرف سے بغض بھر دے۔ شیخ سقطیؒ کو وجد آ گیا۔ سب مال کو خیر باد کہہ کر شیخ وقت کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت جنیدؒ کو بچپن سے ہی شیخ سری سے محبت تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت جنیدؒ کے سادہ دل پر شیخ کی باتیں نقش ہو گئیں۔ یہاں تک کہ دکانداری کو بھی خیرباد کہہ دیا اور علم دین کے لئے ماموں کے پاس جانے لگے۔ اللہ! اللہ چھ برس کی عمر اور علم سے کس قدر محبت تھی۔

آپ کی عمر سات برس تھی۔ کہ حضرت سری نے سفر حج کیا۔ آپ کے ساتھ مشائخ صوفیاء اور دوسرے لوگ بھی تھے۔ جب چلنے لگے تو حضرت جنیدؒ رونے لگے۔ اور ماموں سے لپٹ گئے۔ ماموں کا دل بھر آیا اور اپنے بہنوئی (آپ کے والد) محمد کی اجازت سے حضرت جنیدؒ کو ساتھ لے گئے۔

ایک روز مدینہ منورہ میں تمام لوگ حضرت سری کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور حضرت جنیدؒ کھیل رہے تھے۔ شیخ نے پوچھا شکر کے کیا معنی ہیں۔ سب بتا چکے تو شیخ نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ شکر کے معنی شکریہ ہیں۔ یعنی خدا کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے بعد نافرمانی نہ کی جائے۔ تمام لوگ عش عش کر اُٹھے۔

شیخ نے یہ سن کر ماتھے کو بوسہ دیا اور فرمایا۔ ”جنید جو فیض تمہیں اللہ کی طرف سے ملے گا۔ وہ تمہاری زبان کے ساتھ مخصوص ہو گا۔ اور شیخ کا یہ فرمان حرف بحرف پورا ہوا (باقی آئندہ) باقی

بقیہ شذرات — صفحہ ۳ سے آگے

متذکرہ بالا دونوں اعلانات میں قیمت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ حکومت موجودہ نرخ میں کمی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ حکومت کا مقرر کردہ نرخ ایک روپیہ چھ آنہ فی سیر ہے۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے کیوبا اور جاوا وغیرہ دور دراز ممالک سے چینی آتی تھی۔ اس وقت اس کا بھاؤ پانچ سیر فی روپیہ تھا۔ پاکستان میں پیدا ہونے والی چینی کا نرخ اس سے تقریباً ۷½ گنا زیادہ ہے۔ اس کے لئے حکومت کے پاس کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ یہ سراسر ظلم ہے۔ جس میں سرمایہ دار اور حکومت دونوں برابر کے شریک ہیں۔ ہم اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ چینی سے کنٹرول ہٹا کر اسے کھلی مارکیٹ میں فروخت ہونے کی اجازت دے۔

بقیہ امام حسینؓ — صفحہ ۱۶ سے آگے

عباسؓ کے دونوں بازو کاٹ ڈالے اور سارا بدن چھلنی کر دیا۔ اس لئے آپ کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت علی اکبرؓ آپ کے صاحبزادے بہادری اور جوش سے لڑے آخر جام شہادت نوش فرمایا۔ پھر آپ کے شیرخوار لڑکے علی اصغر کے کسی بدبخت نے ایسا تیر مارا حلق سے پار ہو گیا۔ صرف حضرت زین العابدین باقی رہ گئے جو کہ بیمار تھے۔ سب سے آخر جناب امام حسینؓ بنفس نفیس میدان قتال میں تشریف لائے۔ صف اعداء پر حملہ کیا۔ شمر ذی الجوشن کچھ سپاہ لے کر آپ کی حرم سرائے میں داخل ہو گیا۔ پھر آپ نے اس کو شرم دلائی۔ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ خولی ابن یزید نے سر انور کو جدا کیا جو کہ مبروص تھا۔ آپ کے قتل میں بہت سے ملعون شریک تھے مگر شمر کی تلوار اور سنان بن انس کے نیزے لگنے سے روح مبارک جسد مبارک سے نکلی اس لئے یہ دونوں قاتل حسین مشہور ہیں۔ شہدا کی لاشوں پر سواروں نے گھوڑے دوڑائے۔ اور ان کو پامال کیا۔ حضور کے سر انور کو مع ۷۲ دیگر شہدا کے سروں کے نیزوں پر چڑھا کر کوفہ میں . . . .

بھیج دیا۔ امام زین العابدین جو ان کے ہمراہ اسیروں میں تھے۔ وہ حیران و پریشان تھے۔ آپ کی عمر شریف ۵۶ سال ۵ ماہ کی ہوئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شہادتِ امام حسین

(از جناب عبد الرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی اے۔ بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

حامداً و مصلیاً - حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "سر الشہادتین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ عنایتِ خداوندی نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کو ان کے جدِّ بزرگوار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام بنا دیا۔ اور انکو ملاحظۂ کمالِ محمدی کے لئے دو آئینے اور مشاہدۂ جمالِ احمدی کے لئے دو رخسار قرار دیا۔ اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حضرت حسنؓ کو سر سے ناف تک اور حسینؓ کو ناف سے ناخن تک آپ کے ہم شبیہ و ہمشکل پیدا کیا۔ گویا دونوں مل کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تصویر تھے اور چونکہ شہادت کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) شہادتِ سری (جو پوشیدہ طور پر واقع ہو) (۲) شہادت جہری (جو علی الاعلان وقوع میں آئے) لہٰذا دو قسم کی شہادتیں دونوں صاحبزادوں میں منقسم ہوگئیں۔ شہادتِ سری بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ کے لئے مخصوص ہوئی اور شہادت جہری چھوٹے صاحبزادے حضرت امام حسینؓ کو عطا ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑدادا کا نام ہاشم تھا جن کی اولاد بنی ہاشم کہلاتی ہے۔ ہاشم اور عبدالشمس توام پیدا ہوئے۔ دونوں کو قدرت نے اس شان سے پیدا کیا کہ ماں کے پیٹ سے ان دونوں بچوں کی پیشانیاں جڑی ہوئی تھیں۔ پیدا ہونے کے بعد ہرچند کوشش کی گئی کہ ان دونوں کی پیشانیاں علیحدہ علیحدہ ہو جائیں مگر ممکن نہ ہوا۔ آخر تلوار سے دونوں کے ماتھے جدا کئے گئے۔ بڑے گھرانے کے دو فرزندوں کا توام پیدا ہونا اور پھر دونوں بھائیوں کی اولاد اپنے مافی الضمیر کو ہمیشہ تلوار سے تسلیم کرائے گی۔ عبدالشمس کی اولاد بنو امیّہ کے لقب سے مشہور ہوئی۔ اور وہ فطری اثر رو نما ہوکر رہا۔ بنو ہاشم اور بنو امیّہ میں ہمیشہ رقابت رہی۔ ہاشم نہایت صاحبِ اقتدار اور سخی رہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنو امیّہ کا اختلاف برابر اس وقت تک قائم رہا جب تک کہ ابوسفیان بن حرب مشرف بہ اسلام نہ ہوئے۔

ابوسفیان کے اسلام قبول کرنے کے بعد یہ دونوں قبیلے شیر و شکر ہوگئے۔ یہ سلسلہ حضرت فاروق اعظم کے عہدِ خلافت تک رہا۔ مگر حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں پھر بنو امیّہ اور بنو ہاشم کا سوال پیدا ہوگیا۔ واقعۂ شہادت اسی خاندانی رقابت کی ایک سرخی ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ خاندان بنو امیّہ کے ذی مرتبہ فرد ابو سفیان بن حرب کے فرزند ہیں۔ امیر معاویہؓ فتح مکہ سے چند ماہ پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جنگِ حنین میں شریک ہوئے۔ کتابت وحی کی خدمت دربارِ رسالت سے تفویض ہوئی۔ حضرت صدیقِ اکبر نے جو اسلامی لشکر شام کو زیرِ سیادت یزید بن ابو سفیان روانہ کیا اس کے ساتھ امیر معاویہؓ بھی تھے۔ جب یزید کا انتقال ہوا تو دمشق کی حکومت امیر معاویہؓ کے سپرد کی گئی۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں ہی یزید کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ اور یزید ملکی امورات پر حاوی ہوچکا تھا۔ ۲۲ رجب سنہ ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید بلا کسی اختلاف کے بادشاہ بن گیا۔ یزید نے تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی پہلی کوشش یہ کی۔ کہ وہ تمام افراد جنہوں نے اس کے باپ کے سامنے اس کی بیعت سے انکار کیا تھا اب اس کی حکومت پر بیعت کرلیں۔ چنانچہ اس نے عمال کے نام فرمان جاری کئے۔ جس میں حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال اور اپنے جانشین ہونے کی اطلاعات تحریر کیں۔

ہر ایک کو لکھا کہ اس کی خلافت پر عام بیعت لی جائے۔ گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو خاص طور پر لکھا کہ مدینہ میں بلا توقف حسین بن علیؓ عبداللہ ابن عمرؓ عبداللہ ابن زبیرؓ سے ہر امکانی تدبیر کے ساتھ بیعت لی جائے۔ جس وقت ولید عامل مدینہ کو یہ خط قاصد نے دیا۔ مروان بن حکم موجود تھا۔ چنانچہ ولید نے اس سے بیعت کے متعلق رائے طلب کی۔ مروان نے کہا اسی وقت ان اشخاص کو بلا کر یزید کی بیعت ان سے لی جائے۔ اگر وہ رضامندی سے بیعت کرلیں تو خیر ورنہ ان اشخاص کو قتل کر دیا جائے۔

امام حسینؓ نے فرمایا کہ ہمیں نہ دنیا اور مال کی تمنا ہے نہ بادشاہت اور حکومت کی خواہش ہے ہم یزید سے کیونکر بیعت کرسکتے ہیں۔ جبکہ وہ ہمیشہ شراب پینے والا، بدکردار، جفاکار، زناکار ہے اور ہم آلِ اطہار رسول پروردگار ہیں۔

امام حسینؓ

خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ، گلشن زہراؓ کے سدا بہار پھول حضرت حسینؓ عالی مقام جو مدینہ منورہ میں ۴ شعبان سنہ ۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ صرف چھ ماہ اپنی والدہ کے بطنِ مبارک میں رہے۔ آپ کے حسنِ مبارک کا یہ عالم تھا کہ اندھیری رات میں آپکے رخسارے چمکتے معلوم ہوتے تھے۔ ناف سے قدم تک بالکل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ رسولِ پاک اپنے دونوں نواسوں کو آغوشِ رحمت میں کھلاتے تھے۔ دوشِ مبارک پر بٹھاتے اور فرماتے کہ اے اللہ میں ان کو محبوب رکھتا ہوں۔ تو بھی ان کو محبوب رکھ۔ منبر سے اتر کر آغوش میں لے لیتے۔ جبرئیلؑ عرض کرتے ہیں کہ حسینؓ کے ساتھ حضورؐ کو کس قدر محبت ہے مگر رب تعالیٰ تو حسینؓ کی قربانی حضورؐ سے مانگتا ہے۔ مگر اس طرح کہ حضورؐ کے بعد کربلا کے تپتے ہوئے ریت میں فرات کے کنارے حسینؓ کو مع تمام فرزندان و رفقاء و اعزہ کے تین دن تک بھوکا پیاسا رکھ کر آپ کے امتی مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھ سے قتل کرایا جائے۔ جبرئیلؑ یہ کہہ کر ایک شیشی اپنے ہاتھ سے حضورؐ کو دیتے ہیں۔ حضورؐ سونگھتے ہیں تو اس میں حسینؓ کے خون کی بو معلوم ہوتی ہے حسینؓ نے سات برس تک نانا کے آغوشِ محبت میں پرورش پائی۔ ترمذی نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ

بہشت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ نیز فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ الٰہی میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ تو بھی انہیں دوست رکھ۔ جب یہ دونوں آپ کے پاس آتے تھے تو آپؐ ان کو سونگھتے اور سینہ سے لگا لیتے۔

ترمذی میں یعلیٰ ابن مُرّہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ دوست رکھے اللہ تعالیٰ اُس کو جو کہ حسینؓ کو دوست رکھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ حسنؓ اور حسینؓ میرے دُنیا کے ریحان ہیں۔

ایک دن آپ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے۔ خادم گرما گرم آش کا بھرا ہُوا پیالہ مجلس میں لائی۔ اتفاقاً اسکے پاؤں میں لغزش پیدا ہُوئی پیالہ ہاتھ سے چھوٹ کر آپ کے سرِ اقدس پر گر پڑا۔ آپ نے تادیب کی نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا۔ "وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ" آپ نے فرمایا میں نے غصّہ روک لیا۔ اس نے کہا۔ "وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" آپ نے فرمایا میں نے معاف کر دیا۔ اس نے پھر کہا۔ "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" آپ نے فرمایا میں نے تجھ کو اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا (فصل الخطاب)۔

حضرت امام حسینؓ مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ وزیر نے ان کو طلب کیا۔ آپ کو اس معاملہ کی پہلے ہی اطلاع تھی تیس مسلح جوان ہمراہ لے کر اس کے پاس گئے۔ اس نے وہی حکم نامہ آپ کو سُنایا امام صاحب نے جواب دیا کل تم جب مسجد میں حضرت معاویہؓ کی وفات اور یزید کی جانشینی کا اعلان کرو گے اس وقت جیسا مناسب ہوگا میں جواب دونگا۔ ولید تو یہ جواب سُن کر خاموش ہوگیا۔ مگر مروان نے جو اس موقعہ پر وہاں موجود تھا اس نے ولید سے کہا۔ کہ امام کو اسی وقت روک لینا چاہیئے۔ ورنہ پھر ایسا موقعہ نہیں ملے گا۔ امام صاحب اس کے تیور پہچان گئے۔ اور آپ کے ہمراہیوں نے ہتھیار سنبھال لئے۔ ولید یہ دیکھ کر گھبرایا۔ اور امام صاحب وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔ آپ نے رات روضۂ اقدس میں بسر کی۔ خواب میں سرورِ عالمؐ کو دیکھا آپؐ نے سینہ سے لگایا اور فرمایا عنقریب تم تشنہ لب شہید ہوگے۔ اور بہشت میں بہت سے ایسے درجے ہیں جو بغیر شہادت تم نہیں پاسکتے۔ دوسرے دن آپ نے مدینہ منوّرہ میں رہنا مناسب نہ سمجھا۔ اور مکّہ معظمہ کو کوچ کی تیاری کر دی۔ اوائل شعبان میں آپ مع خدام وحشم وعزیز و اقارب مکہ معظمہ میں آگئے۔ رمضان۔ شوال۔ ذیقعدہ امن وامان سے یہاں بسر کئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ضروریاتِ ملکی کی وجہ سے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنا لیا تھا۔ یہاں کے لوگ اگرچہ نہایت بے وفا اور حیلہ باز مشہور ہیں۔ مگر حضرت علیؓ کے خاندان سے ایک حد تک عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ پھر ان کے خاندان میں خلافت آجائے۔ معاویہؓ کی حسن تدبیر اور سطوت سے وہ خاموش تھے۔ اُن کے انتقال کے بعد ہی اُنھوں نے ریشہ دوانی شروع کی۔ حضرت امام حسینؓ کو متواتر خطوط لکھے کہ آپ مکّہ معظمہ سے فوراً کوفہ تشریف لے آئیں۔ اور یہاں آکر اپنی خلافت کا اعلان کردیں۔ تمام سامان آپ کو تیار ملے گا۔ سپاہ کی کمی نہیں۔ سارا کوفہ آپ کا ساتھ دے گا۔ بچّہ بچّہ آپ پر قربان ہونے کو تیار ہے۔ یزید اور اس کے خاندان کا تختہ اُلٹ دینگے۔ رئیسانِ کوفہ کے تقریباً تین سو خطوط اسی مضمون کے آپ کی خدمت میں پہنچے۔ قیس بن عمر اور محمد بن عمیر ان سب کے سرگروہ تھے۔ ان خطوط کے متواتر آنے سے امام صاحب کو اس طرف توجّہ ہُوئی اور آپ کا مصمم ارادہ کوفہ جانے کا ہوگیا مگر ساتھ ہی کوفیوں کی بیوفائی کا بھی اندیشہ تھا اس لئے یہ مناسب سمجھا کہ پہلے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو اپنا نائب بنا کر وہاں بھیجیں اور وہ اُن کی حالت کا بچشم خود اندازہ کریں۔ اس کے بعد اُن کی رپورٹ پر آپ وہاں جائیں چنانچہ مسلم بن عقیل مع ہمراہیوں اور اپنے دو خورد سال بچّوں کے روانہ ہُوئے۔ مکّہ سے کوفہ کو صاف سیدھا راستہ مدینہ منورہ ہوکر جاتا ہے۔ اور ایک کوہستانی راستہ بھی ہے۔ جو نہایت دشوار گزار ہے۔ چونکہ حضرت مسلم کی روانگی کی خبر کو صیغۂ راز میں رکھنا منظور تھا۔ اس لئے یہ کوہستانی راستہ اختیار کیا گیا۔ جو بڑی مشقت اور تکلیف سے طے ہُوا۔ راہبر جو ساتھ گئے تھے۔ تمازتِ آفتاب اور دشواری راہ سے راستہ ہی میں جاں بحق ہوئے۔ مسلم جب کوفہ کے قریب پہنچے تو شہر سے باہر ہی اقامت کی۔ اور حضرت امامؓ کو لکھا کہ میں بڑی دقت سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ یہ سفر مجھ کو مبارک معلوم نہیں ہوتا۔ تمام آثار بد نظر آتے ہیں۔ کوفہ سے باہر مقیم ہوں۔ اور اپنے آنے کی کسی کو خبر نہیں کی۔ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ واپس آجاؤں۔ آگے آپ کا جیسا حکم ہوگا ویسا کیا جائے گا۔

حضرت امامؓ نے اس کا جواب لکھا۔ کہ تمہارے یہ خیالات بُزدلی کی علامت ہیں۔ ان کو چھوڑ دو۔ ہمّت بلند رکھو۔ اور جس کام پر مقرر کئے گئے ہو اُس کو بحسن و خوبی انجام دو۔ مسلم کو جب یہ جواب پہنچا تو وہ آپ کے حکم کے مطابق کوفہ میں داخل ہُوئے۔ اور مختار بن ابی عبیدؓ کے گھر فروکش ہوئے۔

کوفیوں کی بیوفائی
حضرت امام مسلمؓ کی شہادت

دوسرے دن حضرت امام مسلم کے کوفہ میں آنے کی شہرت ہوگئی۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں آنے شروع ہوئے۔ آپ نے امام حسینؓ کا فرمان جو اپنے ساتھ لائے تھے اہلِ کوفہ کو سُنایا۔ سب نے بڑے جوش و خروش سے سُنا اور پہلے ہی دن دس ہزار آدمیوں نے مسلم کے ہاتھ پر نیابتہً حضرت امام حسینؓ کی بیعت کی۔ اور یہ تعداد لمحہ بہ لمحہ بڑھنے لگی۔ حضرت مسلم کو کوفیوں کے یہ حالات اور طرزِ مدارات دیکھ کر اطمینان ہُوا اور آپ نے حضرت امام حسینؓ کو لکھا کہ کوفیوں کی وفاداری بے ریا معلوم ہوتی ہے۔ سب سچے دل سے آپ کے تابعدار ہیں۔ جان و مال قربان کرنے کو حاضر ہیں۔ آپ بلا تامّل تشریف لائیے دیر نہ کیجئے۔

اس وقت نعمان بن بشیر صحابی یزید کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا کہ ایسا نہ کرو۔ مگر کچھ زیادہ مداخلت بھی نہیں کی۔ کوفیوں میں سے عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یہ خبر یزید کو لکھی۔ وہ بہت متردّد ہُوا۔ فوراً سرجون رومی سے جو اس وقت اس کی خلافت کا کام سرانجام دیتا تھا۔ مشورہ کیا۔ اور اس کی صلاح سے نعمان بن بشیر کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا۔ بجائے ان

کے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کی گورنری سے کوفہ تبدیل کر دیا۔ عبیداللہ بصرہ سے کوفہ روانہ ہوا۔ اُن دنوں کوفہ میں حضرت امام حسینؓ کی آمد آمد کی شہرت تھی۔ ابن زیاد بصرہ کی راہ سے کتراتا ہُوا حجاز کی راہ پر آگیا۔ اور حجازیوں کا لباس پہن کر کوفہ کے قریب پُہنچا۔ اہل کوفہ سمجھے کہ حضرت امام حسینؓ تشریف لے آئے ہیں۔ رات کا وقت تھا جو دیکھتا تھا سواری کے ساتھ ہو جاتا تھا۔ اور چاروں طرف سے مرحبا یا ابن رسول اللہ "قدمت خیر مقدم" کے نعرے لگنے لگے۔ ابن زیاد خاموشی کے ساتھ سُنتا رہا۔ اور سیدھا دارالامارت میں پہنچا۔ وہاں سب کو رخصت کیا۔ اور فوراً کارروائی شروع کی۔ کوفہ کے تمام سرداروں کو طلب کیا۔ اپنے گورنر کوفہ ہونے کا یزیدی فرمان ان کو دکھایا۔ بہت ڈرایا اور دھمکایا اور رات کو بتایا کہ دمشق پایۂ تخت یزید سے فوجیں روانہ ہو چکی ہیں۔ عنقریب کوفہ میں آنے والی ہیں۔ یہ وہ فوجیں ہیں۔ جن کا قیصر روم مقابلہ نہ کر سکا۔ تم کس شمار میں ہو۔ اپنی جانوں اور اہل و عیال پر رحم کرو۔ کیوں اپنے ہاتھوں آپ برباد ہوتے ہو۔ اب تک کچھ نہیں بگڑا ہے۔ میں تمہارا قصور معاف کر دونگا اور یزید سے معاف کرا دونگا۔ ورنہ بصورت نافرمانی تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ غرض اس طرح کے نشیب و فراز سمجھا کر ان کی نیتوں کو برگشتہ کر دیا۔ کوفی بالطبع بزدل ہوتے ہیں فوراً دھمکانے میں آگئے۔ اور صبح کو حضرت مسلمؓ سے سب نے رُخ پھیر لیا۔ حضرت مسلمؓ بہت پریشان ہوئے۔ اور ہانی بن عروہ کے گھر میں قیام کیا۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو کچھ سوار دے کر بھیجا جو ہانی کو گرفتار کر لایا۔ اس کے بعد تمام رئیسان کوفہ کو دارالامارت میں نظر بند کر لیا۔ اس واقعہ سے کوفہ میں ابتری پھیل گئی۔ حضرت مسلم کے طرفدار لحہ بہ لحہ کم ہوتے جاتے تھے۔ آخر انہوں نے سوائے اس کے کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ بقیہ طرفداروں کو لے کر دارالامارت کو گھیر لیا۔ زیاد نے یہ تدبیر کی کہ رئیسان کوفہ کو جو اس کے پاس نظر بند تھے۔ ان سے کہا کہ اپنی قوم کے لوگوں کو فہمائش کریں اس وقت ٹال دو۔ یہ کام آہستگی میں گفتگو کرکے ہم باہم فیصلہ کر لیں گے۔ چنانچہ رئیسان کوفہ نے ان کو سمجھا سمجھا کر واپس کر دیا۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا ابن زیاد کی تدبیریں کارگر ہوتی جاتی تھیں۔ شام تک حضرت مسلم کے ساتھ صرف پانچ سو آدمی رہ گئے تھے۔ جب ذرا اندھیرا ہُوا وہ بھی چل دیئے حضرت مسلم تنہا رہ گئے۔ اور مجبوراً ایک عورت کے گھر میں رات کو پناہ گزیں ہوئے۔ اس عورت کا بیٹا محمد بن اشعث کا ملازم تھا۔ اُس نے اپنے آقا کو خبر کر دی۔ اور (۳) کے آقا نے ابن زیاد کو اس معاملہ کی اطلاع دی۔ ابن زیاد نے اس عورت کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت مسلم نے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ مسلح ہو کر باہر نکلیں آپ نے نہایت دلیری اور جرأت سے قتال کیا۔ آخر زخموں سے چُور چُور ہو کر گرفتار ہوئے۔ ابن زیاد کے پاس پہنچے تو آخری چند سانس باقی تھے۔ آپ کی شہادت ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو ہوئی۔ اس کے بعد ابن زیاد نے ہانی کو بھی قتل کیا۔ اور دونوں کے سروں کو یزید کے پاس دمشق بھیج دیا۔

حضرت مسلمؓ کے دو خورد سال بچے بھی گرفتار کئے گئے۔ دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ حارث نے دونوں بچے سر کاٹ کر توبرے میں ڈال لئے۔ اور ابن زیاد کے سامنے پیش کئے۔ وہ نہایت برافروختہ ہوا۔ کہ ان دونوں کو زندہ میرے پاس کیوں نہ لایا۔

حضرت امام حسینؓ کی کوفہ کو روانگی

حضرت مسلم کا خط جب امام حسینؓ کو ملا تو آپ نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ تمام عزیز و اقارب کو طلب کیا اور سفر کے سامان لئے۔ ہر ایک کو ضروری خرچ دیا۔ چونکہ یہ خیال تھا کہ اہل کوفہ میرے ساتھ ہو نگے کافی سپاہ بہم ہو جائیگی صرف افسروں کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے اپنے بھائی بھتیجے۔ بھانجے سب کو ساتھ لیا۔ تاکہ وہ افسروں کا کام سر انجام دیں۔ عورتوں کے محمل آراستہ ہوئے مکہ معظمہ میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو سب حیران رہ گئے۔ بڑے بڑے صحابہؓ آپ کی خدمت میں آئے۔ اور منع کیا کہ آپ نہ جائیے کوفیوں کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ عبداللہ ابن عباس یہ سُن کر آپ کے پاس آئے اور حضرت علیؓ کے ساتھ کوفیوں کی بدعہدیاں یاد دلائیں۔ حضرت امام حسنؓ کے ساتھ ان کے فریب، دغا بازیوں کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ اس ارادہ سے باز آئیے۔ لیکن آپ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ باوجودیکہ عبداللہ ابن عباس رشتہ میں آپ کے چچا تھے۔ آپ کی رکاب پکڑ کر ساتھ دوڑنے لگے۔ اور رونے لگے۔ مگر تقدیر الٰہی میں تو کچھ اور ہی لکھا تھا۔ آپ نے منظور نہ کیا آخر میں التجا کی کہ اہل و عیال کو ساتھ نہ لیجائیے۔ یہ بھی منظور نہ ہُوا۔

غرض ۸ ذی الحجہ یوم ترویہ ۶۰ھ آپ مکہ معظمہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اُدھر حضرت مسلمؓ شہید ہوئے۔ ادھر آپ روانہ ہوئے۔ امام حسینؓ منزل بہ منزل کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بطن رملہ کے مقام سے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطین کے ہاتھ ایک فرمان کوفیوں کے نام روانہ کیا۔ اس میں اپنے آنے کی اطلاع اور ضروری ہدایتیں تھیں۔ اور یہ صاحب مقام قادسیہ میں مع چٹھی گرفتار ہوئے۔ زیاد کے روبرو لائے گئے اور شہید ہوئے۔

منزل ثعلبہ میں بکر اسدی نے آپ کو تمام حالات سُنائے۔ زیاد کا کوفہ میں آنا کوفیوں کا اس سے مل جانا۔ حضرت مسلم اور ہانی کا شہید ہونا۔ یہ حالات سُن کر آپ کو سخت صدمہ ہُوا۔ اور واپسی کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت مسلم کے بھائیوں نے نہ مانا اور کہا کہ جب تک ہم مسلم کے خون کا بدلہ نہ لینگے واپس نہ ہونگے۔

اس مقام سے جو لوگ دنیوی طمع سے آپ کے ہمراہ ہو گئے تھے سب متفرق ہو گئے۔ صرف دلی رفیق اور عزیز باقی رہ گئے ان کی تعداد ۷۰ سوار اور کچھ پیادہ تھی۔ بعض روایتوں میں کل مردوں کی تعداد ۸۲ تھی۔ فرزدق شاعر نے بھی تمام واقعات کی تصدیق کی ہے۔

جب دو منزل کوفہ رہ گیا تو حر ابن یزید ریاحی ۱۸ ہزار سواروں کی جمعیت سے آپ کو آملا۔ اس کو ابن زیاد نے بھیجا تھا۔ کہ راستہ ہی میں امام کو روک لے۔ اور کوفہ تک آزادانہ نہ آنے دے۔ حر مجبوراً زیاد کے پاس امام صاحب کو لیجانا چاہتا تھا۔ اس لئے آپ ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں اُتر آئے جو بے آب و گیاہ تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ حر نے آپ سے خیر خواہی کی اور اجازت دے دی کہ آپ کسی طرف چلے جائیے۔ آپ تمام رات کوچ

کرتے رہے صبح کو دیکھا تو وہی میدان کربلا ہے۔ اونٹوں کو مارتے تھے تو وہ جگہ سے نہ ہلتے تھے۔ اسی اثنا میں ابن زیاد کا ایک خط آپ کے پاس آیا۔ مرقوم تھا کہ یزید کی بیعت کرو۔ آپ نے پڑھ کر پھینک دیا۔ اور کہا کہ میرے پاس اس کا جواب نہیں۔ زیاد نے پھر عمرو بن سعد کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کوفیوں کے اصرار سے یہاں آیا ہوں۔ اب یہاں حُرؓ نے روکے رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب بغیر بیعتِ یزید کوئی بات منظور نہیں ہے۔ شمر ذی الجوشن اور شیث ابن ربعی کو مزید فوجیں دے کر بھیجا۔ اُنہوں نے دریائے فرات پر قبضہ کرلیا۔ ساتویں تاریخ سے آپ پر پانی بند کر دیا گیا۔ امام صاحب نے اپنے بھائی حضرت عباسؓ کو مع تیس سواروں کے دریائے فرات پر پانی لینے کے لئے بھیجا۔ یہ نہایت دلیری سے لڑکر مشکیں بھر لائے۔ آٹھویں تاریخ کو پھر پانی ختم ہوگیا۔ کنوئیں کھودنے کی تدبیر کی مگر پانی نہ نکلا پھر آپ کو یزید کے پاس بطور اسیر مشکیں باندھ کر لے جانے لگے۔ مگر ابن زیاد ابن سعد سے غصہ ہوا۔ اس لئے لڑائی ناچار کرنی پڑی۔ شب شہادت کو امام صاحب نے خواب میں دیکھا کہ کُتوں نے آپ پر حملہ کیا ہے۔ اور ایک کُتا ان میں سفید داغ رکھتا ہے۔ اس کی تعبیر آپ نے یہ بتائی کہ قاتل سفید داغ رکھتا ہوگا۔

صبح ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کو ابن سعد میدان میں فوج لے کر آیا۔ امام صاحب بھی مع ہمراہیوں کے مسلح ہو کر میدان میں آئے۔ حضرت عباسؓ علم ہاتھ میں لئے آگے آگے تھے۔ ہر شخص ذوقِ شہادت میں مخمور تھا۔ آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر اپنی مظلومی کے دلائل اور ظالموں اور عہد شکنوں کی ترتیب بیان فرمائیں مگر ان سنگدلوں پر کچھ اثر نہ ہوا ناچار آپ اونٹ سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور قصد جنگ کیا۔ مگر آپ کے عزیز و اقارب نے کہا۔ کہ جب تک ہم زندہ ہیں۔ آپ کو مقابلہ کرنے نہ دیں گے۔ پھر آپ کے بھتیجے حضرت قاسم بن امام حسنؓ لڑے۔ انہوں نے خوب مقابلہ کیا۔ پھر شہید ہوگئے۔ پھر حضرت عباسؓ تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر اعدا کے سامنے آئے اور پانی طلب کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ جبتک حسینؓ یزید کی بیعت نہ کریں گے پانی کا قطرہ نہ دیا جائے گا۔ ظالموں نے حضرت

باقی صفحہ ۱۲ پر

اُسوۂ شبیرؓ

(از جناب خادم کیتھلی ملتان)

کہہ رہا ہے ذرہ ذرہ کربلا کی خاک کا
ہے پیامِ زندگانی اُسوۂ شبیرؓ میں

خادم

مسلمانو! آؤ ذرا میدان کربلا میں چلیں۔ وہ دیکھو خدا کا نام بلند کرنے والا حسینؓ ایمان و یقین کے تیر و سناں اور عزم و ہمت کی تیغ و سپر سے مسلح ہوکر کارزار کفر و حق میں آیا۔ لوہے کی زمین فولاد کا آسمان۔ ہواؤں میں شعلے۔ دھوپ میں آگ۔ بھڑکتی ہوئی جہنم دہکتی ہوئی دوزخ کربلا کی سرزمین! لیکن عزم و شجاعت کا مجسمہ ہر غم و تکلیف سے بے نیاز اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کمربستہ ہے۔ صحرائے کربلا میں پانی کی ایک بوند بھی نہ تھی۔ وقت استقلال کا امتحان لے رہے تھے۔ باطل کی کثرت۔ حق کی قلت۔ اُدھر ہزاروں۔ اِدھر چند۔ لیکن فتح کے لئے یہ معیار مقرر نہیں۔ وہاں ہمت اور بے ہمتی کا معرکہ گرم ہوتا ہے۔ یقین اور بے یقینی کی تیغ آزمائی ہوتی ہے۔ ایمان و کفر کی بازی لگتی ہے۔ حسینؓ جیسی بلند ترین شخصیت ظاہری ٹیپ ٹاپ، بناؤ سنگار اور آن بان سے مستغنی تھی۔ آن کے ساتھ روحانیت کے لشکر تھے۔ ان کے جلو میں ایمان و ایقان کی فوجیں تھیں۔ وہ جرأت ہمت کے میر عسکر تھے۔ نہ اقلیت کے احساس نے اُن کا دم توڑا۔ نہ مصائب و آلام نے ان کا جی چھوڑا۔ بادِ تند و تیز کے باوجود یہ چراغ روشن رہا۔ اپنے اُن پروانوں کے ساتھ جو شمع کی عظمتوں کو روشن کر رہے تھے۔ حضرت حسینؓ نے اس بے پناہ استقلال اور لامتناہی جوشِ حریت سے یہ ثابت کر دکھایا کہ حق کے نام لیوا سر تو کٹوا سکتے ہیں۔ لیکن زمانے کے ہاتھوں میں اتنی قوت نہیں کہ وہ اس سر کو جُھکا دے۔ یزیدیت مرچکی لیکن "حسینیت" اپنی عظمتوں کے ساتھ آج بھی زندہ ہے۔ اور اس کے وقار کے چراغ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

مسلمانو! تم حسین کا سوگ مناتے ہو۔ مناؤ مجھے انکار نہیں۔ لیکن یاد رکھو زندہ قومیں اپنے رہنماؤں کا ماتم کسی اور شان سے منایا کرتی ہیں۔ حسینؓ نے اپنی مجاہدانہ شہادت سے ہمارے غور و فکر کے لئے ایک درسِ عمل پیش کیا ہے۔ یہ شہادت مسلمانوں کے لئے ضابطۂ حیات ہے۔ ہم اس ضابطے پر قائم رہ کر اپنی حیات ملی کو مستقل اور جاودانی بنا سکتے ہیں۔ اور اس ضابطے سے فرار ہماری زندگی کیلئے پیغام اجل سے کم نہیں۔ محرم میں اس با عظمت اور جلیل القدر انسان کی یادگار کا انداز جو ہوتا ہے اُسے واضح کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم روؤ۔ کربلا کا یہ واقعہ تاریخ عالم کا وہ پُرگداز اور رقت آفریں واقعہ ہے۔ کہ کائنات کا ذرہ ذرہ دُکھے ہوئے دل سے خون کا آنسو بہائے گا۔ لیکن اس عظیم الشان سانحے کے دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز نہ کرو۔ دیکھو حسینؓ کی شہادت تمہارے لئے کس قسم کا کردارِ عمل پیش کرتی ہے تمہارے جذبۂ حریت کے لئے کون سے اصول وضع کرتی ہے۔ اور پھر یہ بھی دیکھو کہ تم کہاں تک اُن پر گامزن ہو۔ یہ ہماری بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ ہم اسلام کے اس معظم بالشان کارنامے کو چند آنسوؤں میں ڈھانپ دیتے ہیں نہیں بلکہ آنسوؤں کے نقاب اٹھا دو۔ اور اس واقعے کی پیشانی پر جو تحریر کندہ ہے۔ اُسے پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ میں خدائے عز و جل سے دست بدعا ہوں کہ وہ ہمیں حضرت شبیرؓ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسینؑ کی
آزادئ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

کعبہ کی تعمیری سرگزشت

(از جناب محمد زبیر اظہر الحسینی صاحب آنرز ان پرشین او۔ ٹی لائلپور)

(قسط نمبر ۱)

اسلام جو دینِ فطرت ہے، جس کی ہر ایک بات عقلِ انسانی کے مطابق اور جس کا ہر ایک حکم فطرت انسانی کے عین موافق ہے۔ اس نے ہمیشہ عالم انسانی کو ایک ہی نقطۂ مقصود پر جمع کرنے کی سعی بلیغ کی ہے اور وہ نقطہ ہے: خداوند ارض و سما کی الوہیت۔

عالم انسانی صرف ایک فرد کی اولاد پر مشتمل ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ جب تک اس (عالم) کو ایک اور صرف ایک دودمان و خاندان نہ سمجھ لیا جائے اور اس سارے کے سارے کنبے کا ایک سرپرست قرار نہ دیا جائے، اُس کو روحانی، جسمانی، اخلاقی اور ذہنی غرض کسی اعتبار سے بھی عروج آشنا نہیں کیا جا سکتا ذریّتِ آدمؑ کے لئے ایک مرکزی نظریئے اور عقیدے کی ضرورت ہے۔ جس پر تمام نسل انسانی رنگ و نسل، ذات پات، جغرافیائی حدود اور لسانی امتیازات کے بغیر متفق ہو سکے۔ اور یکجہتی کے ساتھ عمل پیرا ہو سکے۔ اور

"ان عبادی کلھم اخوۃ"

(خدا کے تمام بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں)

کی مجسم تفسیر بن کر

(بحیثیت انسان تمام بنی آدم قابلِ احترام ہیں) کے تقاضوں کی تسکین کر سکے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الخلق عیال اللہ

(مخلوق اللہ کا کنبہ ہے)

اور قرآن کریم نے اس کائنات میں بسنے والے ہر صاحب بصیرت کو مخاطب کر کے اعلان کیا کہ:

"آؤ اس کلمہ پر جمع ہو جائیں جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اس احکم الحاکمین کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکائیں گے۔ کسی کی عبادت نہ کریں گے۔"

جب اللہ تعالیٰ کو تمام عالم انسانیت کا مرکز تسلیم کر لیا جائے گا تو پھر اس کے منطقی نتائج کے طور پر سب سے بڑی روحانی قدر یہ عالمگیر محبت و اخوت کا رشتہ قائم ہو جائے گا۔

چنانچہ خدائے ذوالجلال نے اس رشتۂ الفت و محبت کو مضبوط و محکم کرنے کے لئے کائنات ارضی کے دل ام القریٰ یعنی مکہ میں ایک ایسے گھر کی بنیاد رکھوائی، جس کا حالانکہ مکین کوئی نہیں، مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے حسن و جمال کی نورانی کرنیں اس کے در و دیوار سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں، اور دل ہائے عشاق کو پارہ پارہ کئے دیتی ہیں۔ ایسے فرحت افزا منظر و نظارہ کے موقع پر بے اختیار وہی فرض بجا لانا پڑتا ہے۔ جو مجنوں نے دیارِ لیلیٰ کو دیکھ کر ادا کیا تھا۔ اسی کا نام طواف ہے۔ اگر جذبۂ محبت اس سے بھی آگے ترقی کر جائے تو آخری منزل جہاد ہے۔

یہ فدایانِ محبوبِ حقیقی کی وہ آخری منزل ہے۔ جہاں پہنچ کر عاشق صادق اور داعیِ کاذب نکھر جاتے ہیں۔ سچا عاشق وہی ہے جو موت کو زیست پر ترجیح دیتا نظر آئے حریف کی تلوار کی چمک اس کو اتنی محبوب ہو جائے کہ سو جان سے اُسے گلے لگائے۔ اس پر مرمٹنے کی تمنا کرے۔ اور بڑے جذبِ صدق سے یہ کہتا ہُوا خدا کی راہ میں قربان ہو جائے۔ کہ

عمر ہا ست کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سرِ نو جلوہ دہم دار و رسن را

بہرحال ربِ کعبہ نے کعبہ کی بنا صرف اس لئے رکھوائی کہ ایک خدا پرست انسان خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ انسانی اخوت کے گوہر آبدار بھی اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی صرف مخلوق کی خدمت اور فلاح و بہبود میں تلاش کرے ؎

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

یہی وجہ ہے کہ ربِّ محمدؐ نے خود قرآن کریم میں اس گھر اور اس مرکز کی جو سب سے بڑی خصوصیت بیان فرمائی وہ "امن" ہے۔ یہی تقاضے تھے جن کی تسکین کے لئے اس گھر کے قرب و جوار اور چار دیواری کے اندر کُشت و خون اور قتل و غارتگری کو ممنوع قرار دیا۔ "ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام" اس پر دال ہے۔

اب ہم تاریخی دلائل و شواہد سے اس (کعبہ) کی تعمیری زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کریں گے۔

تعمیر کعبہ کے متعلق مختلف روایات

صاحب "منہاج التابعین" لکھتے ہیں:

بیت اللہ پانچ مرتبہ زیورِ تعمیر سے آراستہ ہُوا

۱۔ سب سے پہلے ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو تعمیر کیا اور بعض کے قول کے مطابق حضرت آدمؑ اس کے پہلے بانی ہیں۔

۲۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے اسے تعمیر فرمایا۔

۳۔ تیسری مرتبہ قریش نے ایامِ جاہلیت میں اسے تعمیر کر کے تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کرنے کے باوجود اُس ذاتِ بے ہمتا کی بڑائی اور کبریائی کو تسلیم کیا۔

۴۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کی تعمیر کی سعادتِ دارین حاصل کی۔

۵۔ ان کے بعد حجاج بن یوسف ثقفی نے توشۂ آخرت کے طور پر اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد مذکورۃ الصدر اسامی کے علاوہ عمالقہ (جن سے بنی اسرائیل ارض حجاز میں برسرپیکار رہے) اور بنی جرہم بھی اس شرف (تعمیر) سے مشرف ہوئے۔

قاضی تقی الدین الغاسی اپنی شہرہ آفاق تصنیف شفاء الغرام میں مذکورہ تعمیر کنندگان کی تعداد کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی رائے بیان فرماتے ہیں۔ کہ کعبہ دس مرتبہ تعمیر ہُوا۔ حضرت آدمؑ کے تھوڑے عرصے بعد ان کی اولاد نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ عمالقہ و بنی جرہم کی تعمیری مساعی کی تائید کے ساتھ ساتھ اُن کا بیان ہے کہ قصی بن کلاب نے بھی تعمیر میں حصّہ لیا۔

جدّ امجد پانچ مرتبہ تعمیر کی روایت میں آخری تعمیری روایت کے متعلق کچھ اختلاف رائے رکھتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ پانچویں مرتبہ عبداللہ بن زبیرؓ نے تعمیر کیا۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے آخری تعمیر کے بعض حصوں کو گرا کر دوبارہ تعمیر کیا۔ یہ کہنا کہ اس نے سرے سے بنیاد اُٹھا کر تکمیل کی صحیح نہیں!

اس اجمالی خاکے کو پیش کرنے کے بعد اب ہم تفصیلاً ہر ایک تعمیر کے متعلق روشنی ڈالیں گے۔

تعمیرِ ملائکہ

حضرت علیؓ بن امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدمؑ کے وقت جب فرشتوں سے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ (مَیں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں) فرمایا تو فرشتوں نے حضورِ خداوندی میں عرض کیا۔ پروردگار! کیا ہمارے سوا تو کسی اور کو خلیفہ بنائے گا۔ (یعنی کسی ایسی مخلوق کو) جو زمین میں فساد مچائے۔ اور خونریزی کرے؟

ربّ ذوالجلال اس جواب سے بہت غضبناک ہوئے۔ فرشتے ڈر کے مارے سہم گئے۔ اور غضبِ الٰہی کے رحمت میں تبدیل ہو جانے کی دُعائیں کرنے لگے۔ اس حالت میں اُنہوں نے تین مرتبہ عرش کا طواف کیا۔ نتیجۃً رحمتِ رحیم کا دریائے کرم جوش میں آیا اور فرشتوں کے دامن جواہرِ عفو و بخشش سے بھر دیئے گئے۔ حکم دیا گیا کہ زمین کے سینے میں میرے نام پر ایک گھر تیار کرو۔ تاکہ ہر وہ شخص جو معتوب و مغضوب ہو اس گھر میں پناہ گزیں ہو کر اس طرح اس کا طواف کرے جیسا تم نے میرے عرشِ عظیم کا کیا ہے۔ یہاں تک کہ مَیں اس کے گناہ بخش دوں، جس طرح تمہاری تقصیر معاف کی گئی ہے۔ چنانچہ حکمِ خداوندی کی تعمیل میں فرشتوں نے پہلی مرتبہ دُنیا میں کعبۃ اللہ کی تعمیر کی۔

بعض روایات میں بنانے کعبہ کا ایک سبب یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ قادرِ مطلق نے ملائکہ کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ زمین پر "بیت معمور" کی مانند ایک مکان تیار کریں۔ چنانچہ اُنہوں نے حسب الحکم مکہ میں بیت اللہ کی بنیاد رکھی۔ تکمیل پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح وہ بیت معمور کا طواف کرتے ہیں اسی طرح بیت اللہ کا طواف بھی کریں۔ کعبہ کی یہ تعمیر ظہورِ آدم سے دو ہزار سال پہلے ہوئی۔

تعمیرِ آدمؑ کے اسباب

حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرتِ آدمؑ کو زمین پر اُتارا تو ان کا قد اتنا لمبا تھا کہ سر آسمان سے لگتا تھا اور پاؤں زمین پر ٹکے رہتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کا قد ساٹھ گز کر دیا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا۔ پروردگار! کیا بات ہے، اب تو فرشتوں کی آواز مجھے سُنائی نہیں دیتی۔

ارشاد ہُوا:۔ آدم! یہ تمہاری خطاؤں کی سزا ہے، خیر جاؤ اور میرے نام پر ایک گھر تعمیر کرو۔ اس کے گرد اس طرح (طواف) کرو۔ جس طرح فرشتے عرش عظیم کے گرد کرتے ہیں۔ حضرت آدمؑ یہ حکم پا کر مکہ آئے اور بیت اللہ کی بنیاد رکھی۔

تعمیرِ خلیل اللہ کے اسباب

مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت نوحؑ کے طوفان میں بیت اللہ بھی اپنی ہیئتِ اصلی کو کھو کر ایک سرخ ٹیلے کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ لوگوں کو صرف اتنا پتہ تھا کہ یہاں بیت اللہ تھا۔ مظلومین دُور دراز سے آ کر اس مقام پر رب کعبہ کے حضور دُعائیں مانگا کرتے تھے۔ اور یہی عقیدت و یقینِ کامل اُن کی دُعاؤں کو رب العالمین کے حضور شرفِ قبولیت کے مرتبے سے مشرف کرتا۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت کے مطابق انبیاء کرام مکہ میں تشریف لاتے۔ اور حجِ بیت اللہ کی سعادت دارین حاصل کرتے۔ لیکن بیت اللہ کے صحیح مقام کا کسی کو بھی علم نہ تھا۔ حتّٰی کہ خداوند کریم نے اپنے پیارے نبی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو اس مقام سے آگاہ فرمایا۔ اور اُنہوں نے خانۂ خدا کا سنگِ بنیاد رکھا۔

اس مقام پر یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بقول علامہ سیوطیؒ تمام انبیاء میں سے صرف دو نبی ایسے گزرے ہیں جنہیں حج کرنا نصیب نہیں ہُوا۔ اور وہ حضرت ہودؑ علیہ السلام اور حضرت صالحؑ ہیں۔ جو تمام عمر قوم کی اصلاح و تعلیم میں مصروف رہے اور حج نہ کر سکے۔

حضرت ابراہیمؑ کو جب کعبہ کی تعمیر کا حکم ملا، اس وقت آپ شام میں تشریف فرما تھے۔ سو سال کی عمر تھی، حضرت اسماعیل ذبیح اللہ عمر کی ۳۵ بہاریں دیکھ چکے تھے۔ تعمیل حکمِ ربّی کے لئے باپ بیٹا دونوں ارضِ شام سے چل کر حجاز پہنچے۔ مکّہ پہنچ کر خلیل اللہ نے صاحبزادے سے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیت اللہ کی تعمیر کا حکم ملا ہے۔ بیٹے کے استفسار پر آپ نے مقام بیت اللہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور پھر دونوں سُرخ ٹیلے کی کھُدائی میں مصروف ہو گئے۔ دورانِ کار دونوں کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے:

(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ)

(القرآن)

"اے ہمارے رب تو ہم دونوں کی طرف سے قبول کر بیشک تو ہی سُنتا اور جانتا ہے۔"

بنیادیں کھود کر دیواریں اُٹھانا شروع کر دیں۔ اسمٰعیلؑ پتھر لاتے اور ابراہیمؑ نصب فرماتے۔ جب دیواریں ذرا اُونچی ہو گئیں تو زمین پر کھڑے کھڑے پتھروں کا نصب کرنا دشوار ہو گیا۔ چنانچہ حضرت اسمٰعیلؑ نے ایک پتھر لا کر زمین پر رکھ دیا، جس پر کھڑے ہو کر خلیل اللہ خدا کے گھر کی تعمیر میں مصروف رہتے۔

مذکورہ پتھر کو ہی مقام ابراہیمؑ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یہ پتّھر زمانہ کی دست برد سے بچ کر آج تک محفوظ چلا آ رہا ہے۔ معمارِ حرم نے جب کعبہ کی دیواریں مکمل کر لیں۔ تو آغازِ طواف کی علامت و نشان کے طور پر خلیل اللہ نے حضرت اسمٰعیلؑ سے پتّھر کا ایک ٹکڑا لانے کو کہا۔ اسی دوران جبریلؑ امین نے جنّت سے لایا ہُوا ایک پتّھر پیش کیا۔ یہی پتّھر حجر اسود ہے۔ بعض کے قول کے مطابق یہ پتّھر جنّت سے نہیں بلکہ جبلِ بوقبیس سے لایا گیا تھا۔ جہاں یہ طوفانِ نوح میں خدا کے حکم سے محفوظ کر دیا گیا تھا۔

کعبہ کی وجہ تسمیہ

حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی بلندی ۹ گز، عرض رکن اسود سے رکن شامی تک ۳۶ گز اور رکن یمانی سے رکن غربی تک ۳۱ گز، سقفِ یمانی کا عرض رکن اسود سے رکن یمانی تک ۳۰ گز رکھا تھا۔ اسی بناء پر بیت اللہ کا نام کعبہ رکھا گیا۔ اس لئے کہ وہ کعب (ٹخنے) کی ہیئت رکھتا تھا اور حضرت آدم کی تعمیر کی بنیاد اسی طرح تھی۔

بیت اللہ کی تعمیر میں خلیل اللہ نے زمین سے ملحق کوئی دروازہ نہیں رکھا تھا۔ عیسائی بادشاہ (جس نے بیت اللہ کو گرانے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اور بالآخر تائب ہُوا تھا) نے بیت اللہ میں دروازہ لگایا۔ اور غلاف چڑھا کر قربانی بھی کی۔

حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کے اندر دائیں جانب گڑھا کھود کر بیت اللہ کا خزانہ بنایا۔ کعبہ کے لئے ہدیہ میں آنیوالی اشیاء اسی گڑھے میں رکھی جاتیں، ایامِ جاہلیت میں عمر ابن لحی نے اسی مقام پر قریش

بچوں کا صفحہ

خاکساری

(از جناب قاضی عبدالحفیظ صاحب مبارک پوری کالونی مڈل سکول رحیم یار خان)

چھوڑ کر اپنی تعلی کر تواضع اختیار
رتبہ مسجد منارے کا ہے کم محراب سے

عزیز بچو! عصر حاضر میں ہر کہ و مہ مغرور اور متکبر نظر آتا ہے۔ اپنے مقابلہ میں دوسرے کو ہیچ سمجھتا ہے۔ اور ہر خاص و عام اپنے آپ کو تیس مار خاں تصور کرتا ہے۔ فی الحقیقت غرور اور تکبر ایسی لعنت ہے۔ جسے نہ پروردگار پسند فرماتے ہیں اور نہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے ہیں۔

انگریزی مقولہ ہے:

Pride goes before a fall and Shame follows after ——

یعنی (شیخی کا منہ کالا۔ غرور کا سر نیچا)

مگر خاکساری ایسی عظیم نعمت ہے جو خداوند کریم کو بھی مقبول ہے۔ مزید برآں انبیاء، اولیاء کرام، صوفیائے کرام اور رسول کریم جمیع حضرات کو خاکساری پسند تھی۔ اس مضمون کو اس لئے ارقام کیا ہے۔ تاکہ آپ پڑھ کر غرور و تکبر جیسی بڑی لعنت سے اجتناب کرکے خاکساری جیسی بے بہا نعمت سے اپنے آپ کو مزین کر سکیں

واقعہ ملاحظہ ہو

ایک مجمع میں کسی بزرگ کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ بعض لوگ تو کہتے تھے۔ سبحان اللہ قطب وقت ہیں۔ بعض کہتے تھے کہ ایسا خدا رسیدہ اور باخدا آدمی اس زمانہ میں کہاں ہے۔ بعض کہتے تھے۔ بھائی ہم تو معتقد نہیں۔ اس انبوہ کثیر میں ایک شخص نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں اس بزرگ کا امتحان لے کر چھوڑونگا۔ چنانچہ یہ ارادہ دل میں ٹھہرا کر وہ اُس بزرگ کے پاس گیا اور کہا۔ کہ آج بندے کے ہاں آپ کی دعوت ہے۔ گرمی کے دن ہیں۔ چنانچہ ایسا کیجئے کہ نماز مغرب وہیں پڑھئے۔ میرے غریب خانہ کے قریب مسجد بھی ہے بڑی بھاری جماعت بھی ہو جاتی ہے۔ بزرگ نے دعوت کو بے تأمل قبول کیا۔ اور نماز مغرب سے پہلے مسجد میں جا حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد وظیفہ پڑھتے پڑھاتے رہے۔ پھر میزبان کے دروازے پر آئے۔ وہاں کوئی چیز موجود نہ تھی بادل نخواستہ آواز دی تو جواب ندارد۔ بے تکلف زمین پر بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے نماز عشاء کا وقت ہوگیا۔ میزبان کی یہ کیفیت کہ گھر سے نکل کر صورت تک نہ دکھلائی۔ میزبان صاحب منتظر تھے کہ مہمان صاحب دق ہوکر خود متقاضی ہوں گے۔ یہاں تقاضے کا کیا ذکر جب نماز عشا کا وقت ہوا تو ایک مہترانی سے (جو میزبان کے دروازے پر رہتی تھی) کہا کہ نیک بخت میں نماز کو جاتا ہوں۔ اگر میزبان صاحب دریافت فرمائیں تو مہربانی کر کے کہہ دینا کہ وہ شخص نماز کو گیا ہے۔ اُس بزرگ نے نماز جماعت تو مسجد میں پڑھی اور سلام پھیرتے ہی پھر واپس چلے آئے اور جو کچھ پڑھنے کو باقی تھا میزبان کے دروازے پر آکر پڑھا۔ یہاں تک کہ آدھی رات ہونے کو آئی۔ تب میزبان نکلا۔ مہمان کو دیکھا تو وہ موجود تھے۔ دیکھتے ہی بولا۔ آہ آپ آئے اور مجھ شامت زدہ کو دعوت کا خیال بھی نہ رہا۔ اب اس وقت کیا ہو سکتا ہے۔ مہمان نے کہا کوئی مضائقہ نہیں۔ معمولی بات ہے۔ یہ کہہ کر نہایت ادب سے رخصت طلب کی۔ میزبان نے کہا۔ اچھا تو ٹھہریئے۔ میں گھر جاکر دیکھوں کچھ بچا بچایا ہو تو لے آؤں۔ گھر میں گیا تو پھر گھنٹوں کا غوطہ لگایا۔ بڑی دیر کے بعد نکلا۔ تو پھر کہا کچھ موجود نہیں ہے۔ معاف کیجئے۔ مہمان ہشاش بشاش رخصت ہونے لگا۔ تو پھر اس نے کہا آپ جاتے تو ہیں مگر میرا جی نہیں چاہتا کہ آپ بھوکے چلے جائیں۔ ذرا صبر کیجئے تو کچھ تدبیر کروں۔ بزرگ نے فرمایا کہ کیوں تکلیف کرتے ہو۔ اس کا کچھ مضائقہ نہیں میں چلا جاتا ہوں۔ میزبان نے کہا نہیں ذرا ٹھہریئے۔ یہ کہہ کر پھر گھر میں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اندر ہی سے کہا۔ شاہ صاحب تشریف لے جائیے۔ شاہ صاحب نے پکار کر سلام کیا اور چلنے لگے۔ گلی کے باہر ہو گئے تھے کہ پھر اُس شخص نے پکارا تو شاہ صاحب پھر آگئے۔ اُس شخص (میزبان) نے کہا اور تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک پیسہ حاضر ہے۔ شاہ صاحب نے بڑی خوشی سے لے لیا۔ اور خوش و خرم پھر روانہ ہوئے۔ پھر اُس شخص نے بلایا اور کہا کہ میاں فقیر تو بڑا حریص و طماع ہے ایک وقت کے کھانے کے واسطے تو نے میری تمام رات ضائع کی۔ شاہ صاحب رونے لگے اور ہاتھ جوڑ کر فرمانے لگے۔ کہ بھائی صاحب خدا کے لئے میری خطا معاف کرو۔ فی الواقع میرے سبب سے تم کو آج تکلیف ہوئی۔ وہ شخص بولا جی چاہتا ہے کہ اس قصور کے بدلے تیرے سب کپڑے اُتروا لوں۔ شاہ صاحب کپڑے اُتارنے لگے۔ تو اُس شخص (میزبان) نے شاہ صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور کہا۔ درحقیقت آپ بڑے بزرگ آدمی ہیں۔ میں نے پوری طرح آپ کا امتحان لیا ہے۔ اس امتحان لینے سے مجھ سے بڑا قصور ہوا۔ للہ معاف فرمائیے۔ شاہ صاحب نے اُس کو اٹھا سینے سے لگا لیا۔ اور کہا میاں یہ تمہارا خیال ہے۔ کیسی بزرگی اور کہاں کی خدا رسیدگی میں تو پیٹ کا کتا ہوں۔ سب کتے ایسا ہی کرتے ہیں۔ جو ٹکڑا دکھلاؤ یا بلاؤ تو دوڑ آتے۔ ذرا دھکا دو تو قدم دو قدم پیچھے ہٹ جاتے۔ یاد رکھو کہ خاکساری خدا رسیدہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جس شخص میں یہ نہیں وہ کتنا ہی عالم و فاضل عابد و زاہد اور ہمہ صفت موصوف کیوں نہ ہو ہیچ ہے۔

خاکساری نے دکھائیں رفعتوں پر رفعتیں
اس زمیں سے واہ کیا کیا آسماں پیدا ہوئے

عزیز بچو! آپ نے مذکورہ بالا مضمون کو پڑھا۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ خاکساری کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے۔ یہ تو آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ہم ایک مشت خاک سے بنائے گئے ہیں۔ اور خاک کا خاصہ ہے انکساری و فروتنی کرنا لہٰذا ہمیں بھی بلحاظ جنسیت وہی شیوہ اختیار کرنا چاہئے۔ جو ہماری جنس یعنی مٹی میں ہے۔ بالفاظ دیگر ہم خاکسار ہیں۔ خاکسار کے لئے خاکساری کرنا جزو لاینفک ہے۔ علاوہ ازیں فرعونیت اور رعونت انسان کو خاک میں ملا دیتی ہے

باقی صفحہ ۲۰ پر

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ - بارہ روپے
ششماہی - سات روپے -
سہ ماہی - تین روپے آٹھ آنے -

شرح اشتہارات
آخری صفحہ ۴ روپے فی انچ سنگل کالم -
اندرون ۳ روپے

رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۴۷

بقیہ بچوں کا صفحہ : ۱۹ سے آگے

ہے - کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے

گردن کشی ملا دیتی ہے انساں کو خاک میں
لازم ہے آدمی کو کہ گردن جھکا چلے

بھائیو ! اگر اُستادوں اور والدین کے سامنے انکساری اور خاکساری سے پیش آؤگے تو سپوت ثابت ہوگے ورنہ کپوت میں بارگاہ رب العزت میں بصمیم قلب دُعاگو ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو خاکساری اختیار کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے - آمین

مصلحت وقت کی بنا پر دو ہی اشعار پر اکتفا کر کے مضمون کا اختتام کرتا ہوں

زندگی بے لوث اور سادہ ہماری چاہیئے
بندۂ خاکی ہیں ہم کو خاکساری چاہیئے
شان و عظمت پاکے بھی ہستی نہ اپنی بھولئے
جاہ و ثروت میں بھی عجز و انکساری چاہیئے

پنجاب پریس میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا